هُوَالَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

فاروق

تحریک جدید کا اخبار — قادیان

ایڈیٹر ... قاسم علی احمدی

شرح چندہ پیشگی
سالانہ ہندوستان ۵ ؍ ، ششماہی ۳ ؍ ، بیرون ہند ...
قیمت فی پرچہ ۱ ؍ — مینیجر رشید احمد خاں

تاریخہائے اشاعت :- ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۴ — قادیان دارالامان مورخہ ۶ شعبان ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۱ ستمبر ۱۹۳۹ء — نمبر ۳۵

دارالامان کا ہفتہ

(۱) ۱۹ ستمبر۔ سیدنا امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو ہفتہ زیر اشاعت میں بخار کی حرارت رہی۔ الحمد للہ کہ آج حضور کی صحت اچھی ہے۔ بخار اتر گیا ہے۔

(۲) حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی کی طبیعت بدستور ناساز ہے۔ دعائے صحت کی جائے۔

(۳) حرم اول حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ کی طبیعت بھی علیل ہے۔ احباب دعائے صحت کریں۔

ولادت

خدا تعالےٰ کے فضل سے ۲۳ اگست ۳۹ء کو عزیزم میاں مشتاق احمد صاحب سلمہ اللہ کے گھر میں تیسری لڑکی پیدا ہوئی۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ نے امتہ السمیع نام رکھا۔ خدا باعمر اور صالحہ اور قرۃ العین بنائے۔ آمین۔

۱۵ اگست ۳۹ء کو مکرم خانصاحب رشید احمد خاں کے گھر میں پانچویں لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ نے آمنہ نام رکھا۔ خدا عمر دراز کرے اور صالحہ ہو۔ آمین۔

اطلاع:- جن احباب کے نام فاروق کے وی۔ پی کئے گئے ہیں۔ وہ ضرور وصول کر کے فاروق کی امداد کا ثواب حاصل کریں۔ (مینیجر)

فاروق پر جنگ کا اثر اور خریداران اخبار کا فرض

اس سے قبل میں دو اشاعتوں میں فاروق کی فوری امداد کے لئے اپنے احباب کو لکھ چکا ہوں۔ آج تیسری مرتبہ پھر توجہ دلاتا ہوں۔ کہ یکم ستمبر سے جنگ جرمن شروع ہوئی ہے۔ آج ۲۰ ستمبر تک اس کا ہندوستان پر جو اثر پڑا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہر چیز کے نرخ بڑھ گئے ہیں۔ اور دن پر دن بڑھ رہے ہیں۔ اخبارات پر جو بمباری ہو رہی ہے۔ کہ چھپائی کی اجرت مطبع والے بڑھا رہے ہیں۔ کاغذ کی قیمت پیپر مرچنٹ دوگنی سے بھی اوپر لے جا رہے ہیں۔ خریدار اشاعت گھٹا رہے ہیں۔ یہ سب ناقابل برداشت بوجھ اخبار اٹھا رہے ہیں۔ مگر بعض بڑے بڑے بلند پایہ اخبار ایک طرف تو ہلکا کاغذ لگا رہے ہیں۔ دوسری طرف حجم گھٹا رہے ہیں۔ تیسری طرف چندہ اخبار بڑھا رہے ہیں۔ ایسی گھمسان لڑائی میں فاروق بیچارے کی حالت پولینڈ جیسی ہے۔ کہ اسکی آمدنی کم اور اشاعت کی تعداد تھوڑی اسلئے جس طرح پولینڈ کی حمایت کے لئے برطانیہ اور فرانس وغیرہ حکومتیں برسرِ پیکار ہیں اسی طرح فاروق کی امداد ہر خریدار فاروق کا فرض ہے۔ کہ وہ فاروق کی ہر ممکن امداد سے دریغ نہ کرے۔ چنانچہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اس موقعہ پر دو صد روپیہ پیشگی چندہ خریداران تحریک جدید کا عطا فرما دیا ہے۔ پس فاروق آپ سے کوئی ایسی امداد کا خواہاں نہیں ہے۔ جو ناقابل عمل ہو۔ بلکہ صرف یہ چاہتا ہے۔ کہ فاروق کو سامانِ جنگ مہیا کرنے کے لئے آپ تین طرح کی امداد دیں۔ مگر جلدی دیں۔ اور بہت جلدی دیں

(۱) ہر ایک خریدار بغیر استثنار کے کم از کم ایک ایک جدید خریدار عطا کرے۔ جو نقد قیمت دینے والے ہوں۔ صرف ڈھائی روپیہ سالانہ چندہ ہے۔ جو ادا کرنا ہے۔

(۲) موجودہ خریدار صرف ۸ ؍ یا ایک روپیہ بطور پیشگی چندہ ۱۹۴۰ء کا عطا کر دیں۔ جو ان کو ۱۹۴۰ء کے چندہ میں سے وضع کر دیا جائے گا۔ یہ کوئی ناقابل برداشت بوجھ نہیں ہے۔

(۳) جن کے ذمہ کچھ بقایا ہے۔ وہ معہ مطلوبہ زائد رقم پیشگی جلد سے جلد ارسال کریں۔ یہ تین قسم کی امداد اگر آپ فاروق کو دیں۔ تو فاروق سامان جنگ کاغذ وغیرہ کو خرید لیگا۔ اور صفحات بھی کم نہ کرے گا۔ چندہ بھی زائد نہ ہوگا۔ اور میدان جنگ میں ڈٹا رہے گا۔ اس وقت کاغذ کی قیمت دوچند ہو گئی ہے۔ فاروق کی برادری جلد سے جلد اس طرف توجہ کرے (خاکسار ایڈیٹر)

۲۵ ستمبر ۳۹ء یاد رکھیں

اللہ تعالےٰ کی دی ہوئی توفیق سے جو مخلصین تحریک جدید کے جہاد کبیر میں حصہ لے رہے ہیں۔ اور جو احباب ۲۵ ستمبر ۳۹ء کی ۴ بجے شام تک اپنے وعدوں کو سو فی صدی مرکز میں پہنچا دیں گے۔ خواہ بذریعہ منی آرڈر، بیمہ۔ چک یا دستی داخل فرما دیں۔ ان کے نام ۲۵ ستمبر کو ۵ بجے شام سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے حضور پیش کر کے حضور کی خدمت بابرکت میں دعا کی درخواست کی جاویگی۔ چونکہ حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کی دعائے مستجاب کا حاصل کرنا ہر ایک مومن مخلص کا پہلا فرض ہے۔ اس لئے ہر جماعت اور ہر فرد کو پوری کوشش کے ساتھ اپنا وعدہ ٹھیک ۲۵ ستمبر کی ۴ بجے شام تک مرکز میں پہنچانے کی سعی کرنی چاہیئے۔ تا اس کا نام دعا کے لئے حضور کے پیش ہو سکے والسلام (خاکسار برکت علی خاں فنانشل سکرٹری تحریک جدید)

ہماری دعا

یہ ہے۔ کہ جرمنی کے مجنون و بدبخت ڈکٹیٹر ہٹلر کا بپا کیا ہوا یہ خونیں طوفان جلد فرو ہو جائے۔ موجودہ ہنگامہ جنگ میں انصاف و معقولیت کی حامی طاقتیں کامیاب و سرخرو ہوں۔ اور اس مصیبت سے دنیا کوئی مفید سبق حاصل کر سکے موجودہ جنگ میں دنیا کی دیگر اقوام کی طرح مسلمانوں کے لئے بہت بڑی مصیبت و آزمائش ہے۔ ہمیں اللہ تعالےٰ کے حضور نہایت عاجزی سے یہ دعا بھی کرنی چاہیئے۔ کہ اس جنگ کا نتیجہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے بہتر ہو۔ اور ایسے حالات پیدا ہو جائیں۔ جو اولاد آدم کو اسلام کی آغوشِ امن میں لانے کا موجب ہوں۔ آمین

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ٹیریٹوریل فوج میں احمدی نوجوانوں کی فوری ضرورت

11/15 پنجاب رجمنٹ انبالہ چھاؤنی میں احمدی نوجوانوں کی جو کمپنی ہے۔ اس میں کچھ نوجوانوں کی کمی ہے۔ اور اس وقت جبکہ 11/15 پنجاب رجمنٹ کے نوجوانوں کو فوجی ضرورت کے ماتحت طلب کر لیا گیا ہے۔ نہایت ضروری ہے۔ کہ احمدی نوجوان بڑے شوق کے ساتھ اپنے آپ کو پیش کریں۔ اور اس امر کی اطلاع فوراً مجھے دیں۔ تا کہ ان کو پاس بھیجے جائیں۔ اس موقعہ پر اپنے آپ کو پیش کرنے والے نوجوان نہ صرف ملک کی خدمت کرنے والوں میں شمار ہوں گے۔ بلکہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی خوشنودی بھی حاصل کر سکیں گے۔ خاکسار مرزا شریف احمدؐ۔

ضروری اعلان برائے جملہ جماعتہائے صوبہ سرحد

مولوی محمد عبد العزیز صاحب انسپکٹر نظارت بیت المال صوبہ سرحد میں پہنچ چکے ہیں۔ اور عنقریب صوبہ کی تمام جماعتوں کا معائنہ کرنے والے ہیں۔ لہذا تمام جماعتوں کے لئے ضروری ہے۔ کہ ان کے معاینہ کے لئے مقامی کھاتوں اور روزنامچوں کو مکمل کر چھوڑیں۔ اور حتی الوسع ایسی کوشش ہو۔ کہ انسپکٹر صاحب کے معاینہ کے وقت تمام چندے پورے پورے وصول ہو چکے ہوں۔ جن جن جماعتوں کے بجٹ ابھی تک تشخیص نہ ہوئے ہوں۔ وہ تشخیص کر چھوڑیں۔ مجھے امید ہے۔ کہ میرے اس اعلان کی تعمیل میں تمام جماعتیں مندرجہ بالا امور کی تکمیل کر چھوڑیں گی۔ اور کوئی اعتراض کا موقعہ نہ دیں گی۔ (نظارت بیت المال)

دار الصناعت تحریک جدید کے فارغ طلباء

تحریک جدید کے سرمایہ سے جاری شدہ کارخانہ دار الصناعت کے شعبہ صنعت چوبی کے جن طلباء کو بوجہ آموختگی کام نجاری کے کارخانہ کی طرف سے فارغ کر کے رخصت کیا گیا ہے۔ ان طلباء کو بورڈنگ دار الصناعت کی طرف سے مورخہ ۱۶ ستمبر ۳۹ء بوقت صبح ۷ بجے الوداعی پارٹی دی گئی۔ جس میں علاوہ طلباء بورڈنگ مذکور دیگر چند اصحاب کو جنہیں طلباء کی تعلیم یا تربیت کے ساتھ تعلق یا لگاؤ رہا تھا۔ مدعو کیا گیا۔ بعد خورونوش کے زیر صدارت ماسٹر علی محمد صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی پریذیڈنٹ محلہ دار الفضل جلسہ منعقد ہوا۔ حافظ قدرت اللہ صاحب مولوی فاضل کی تلاوت قرآن کریم کے بعد خاکسار محمد عبد اللہ (بوتالوی) نے اس جلسہ کے اغراض اور مقاصد کو بیان کیا۔ اور مولوی عبد الرحمٰن صاحب انور انچارج تحریک جدید نے جانے والے اور دیگر کام سیکھنے والے طلباء کو ان کے فرائض اور ذمہ واریوں کی طرف توجہ دلائی۔ اس کے بعد مولوی ابو العطاء صاحب جالندھری نے طلباء کو ان کے مناسب حال نصائح کرتے ہوئے خاص طور پر وقت کی قدر کرنے اور نمازوں کا پابند رہنے کی طرف مؤثر پیرایہ میں توجہ دلائی۔ اس کے بعد ملک مولا بخش صاحب پریذیڈنٹ سمال ٹاؤن قادیان نے علاوہ دیگر نصائح کے یہ بھی نصیحت کی۔ کہ دستکاری کا پیشہ اختیار کرنے والوں کو اپنا وقت کبھی ضائع نہ کرنا چاہیئے۔ اور اپنے فن کے متعلقہ سامان خام یعنی لکڑی یا لوہا۔ یا چمڑہ وغیرہ کے ایسے حصوں کو بھی جنہیں عام طور پر ردی سمجھا جاتا ہے۔ کام میں لانے اور ضائع نہ کرنے کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔ چنانچہ جلسہ دعا پر ختم ہوا۔

خاکسار محمد عبد اللہ احمدی بوتالوی سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ دار الصناعت قادیان

"میں سمجھتا ہوں۔ اگر ایک مرتے ہوئے باایمان انسان کے کانوں میں یہ تحریک پہنچ جاتی۔ تو اسکی رگوں میں بھی خون دوڑنے لگتا۔ اور وہ سمجھتا کہ میرے خدا نے میرے مرنے سے پہلے ایک ایسی تحریک کا آغاز کرا کر اور مجھے اس میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرما کر میرے لئے اپنی جنت کو واجب کر دیا"

فنانشل سیکرٹری تحریک جدید

سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جلسے پر غیر مسلموں میں تقسیم کرنے کے لئے مفید لٹریچر دفتر نشر و اشاعت نظارت دعوۃ و تبلیغ نے امسال سیرت النبی صلعم کے جلسوں پر تقسیم کرنے کے لئے مندرجہ ذیل ٹریکٹ چھپوائے ہیں۔ دوستوں کو چاہیئے۔ کہ مطلوبہ تعداد سے دفتر کو اطلاع دیں۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور امن عالم۔ اردو فی کاپی ۰۔/
" گورمکھی " ۱/
" ہندی " ۱/

(۲) ہمارا رسول لیکچر لنڈن (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز) اردو فی کاپی ۰۔/
" " گورمکھی " ۱/

(۳) پیغام صلح انگریزی و گورمکھی فی کاپی ۰۔/

نوٹ:۔ آرڈر جلد آنے چاہئیں۔ کیونکہ وقت تنگ ہے۔ نیز آرڈر کے ساتھ ہی رقم پیشگی ارسال فرماویں۔ ریلوے سٹیشن کا پتہ ضرور لکھیں۔ تا خرچ میں سہولت ہو۔ خرچ ڈاک بذمہ خریدار۔ (مہتمم نشر و اشاعت)

خلافت جوبلی فنڈ

رقم مجوزہ تین لاکھ ۔/۔/300000

اب تک کے وعدے دو لاکھ اکاون ہزار ۔/۔/251000

اب تک کی وصولی ایک لاکھ تہتر ہزار ۔/۔/173000

خلافت جوبلی کی مبارک تقریب منانے کے لئے جلسہ سالانہ ۳۹ء کا وقت مقرر ہے۔ جس میں اب اللہ تعالےٰ کے فضل سے صرف تین ماہ باقی ہیں۔ جن دوستوں نے ابھی تک اپنے خلافت جوبلی فنڈ کے وعدے پورے نہیں کئے۔ انہیں جلد تر وعدوں کی رقم ادا کر دینی چاہیئے۔ جن دوستوں نے ابھی تک اس فنڈ میں حصہ لینے کی طرف توجہ نہیں کی۔ وہ اس قلیل وقت سے فائدہ اٹھائیں۔ اور اپنی ایک ماہ کی آمد اس فنڈ میں داخل کر کے شکر نعمت کے اس بے نظیر موقع میں شرکت کی سعادت حاصل کریں۔

یاد رہے۔ کہ ایسے مبارک موقعے ہمیشہ نہیں آیا کرتے۔ (ناظر بیت المال قادیان)

کتاب کے نام کی اصلاح

اسی پرچہ میں ایک اشتہار آئینہ صداقت کے انگریزی ترجمہ کا The splits نام غلط شائع ہوا ہے۔ دراصل کتاب کا نام The truth about the split ہے۔

کیا روس جرمنی سے جنگ کریگا

لنڈن سے ۱۷ ستمبر کی خبر ہے۔ کہ حکومت روس وسیع پیمانہ پر جنگی تیاریوں میں مصروف ہے۔ مغربی روس میں اس وقت چالیس لاکھ مسلح فوج موجود ہے۔ جسے رومانیہ سے فن لینڈ تک تمام مغربی سرحدوں پر متعین کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھرتی بھی ہو رہی ہے۔ اور بالکل اس طرح ہلچل ہے۔ کہ گویا جنگ شروع ہے۔ ان تیاریوں کو سیاسی حلقوں میں بہت تشویش کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔ بلکہ جرمن سیاستدانوں میں بھی اس سے اضطراب پیدا ہو چکا ہے۔ گو ایک خیال یہ بھی ہے۔ کہ جرمنی کے ساتھ سمجھوتہ کے مطابق روس صرف پولینڈ کے بعض مشرقی اضلاع پر قبضہ کر کے خاموش ہو جائیگا۔ لیکن دوسری طرف یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ یہ اضلاع زرعی اور فوجی لحاظ سے کوئی قیمت نہیں رکھتے۔ اس لئے ان پر قبضہ کرنے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ نیز اگر صرف پولینڈ پر ہی حملہ کرنا مقصود ہوتا تو اس کے لئے سوویٹ طاقت کو اتنے بڑے اہتمام کی ضرورت نہ تھی۔ ان تیاریوں میں یہ بات جھلکتی ہوئی نظر آتی ہے۔ کہ روس جرمنی کے ساتھ ٹکر لینے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ کیونکہ پولینڈ پر جرمنی کا قبضہ اس کے

چندہ جلسہ سالانہ کی جلد ادائیگی کیجائے تاخیر میں نقصان ہو رہا ہے

جنگ کے شروع ہو جانے کی وجہ سے چیزوں کے نرخ میں گرانی ہوتی جا رہی ہے۔ جس سے خواہ مخواہ اخراجات جلسہ سالانہ میں بھی زیادتی ہونی لازمی ہے۔ اور جوں جوں اس چندہ کی ادائیگی میں تاخیر ہو گی خرچ بھی زیادہ ہونے کا احتمال ہے۔ ویسے اس چندہ کی ادائیگی کی آخری مدت بھی قریب ہی آ گئی ہے۔ لہذا احباب و عہدہ داران جماعت اس چندہ کی ادائیگی کی طرف خاص توجہ فرمائیں۔ تا کہ جلسہ سالانہ کے انتظامات خاطر خواہ طور پر کئے جا سکیں۔

(نظارت بیت المال)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۷ر شعبان ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۱ر ستمبر ۳۹ء | نمبر ۳۵

خطبہ جمعہ مورخہ ۸ر ستمبر ۳۹ء

جماعت احمدیہ جنگ کے موقعہ پر حکومت انگریزی سے تعاون کرے

فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

میں گذشتہ خطبہ جمعہ میں جس وقت

جنگ کے متعلق

بعض خیالات کا اظہار کر رہا تھا۔ عجیب بات ہے۔ کہ اسی وقت اعلانِ جنگ ہو رہا تھا۔ اور دنیا پر جس آفت کے نازل ہونے کا ہمیں خوف تھا۔ اس وقت تک وہ آفت آچکی تھی۔ میں نے جماعت کو اس خطبہ میں ان فرائض کی طرف توجہ دلائی تھی۔ جو جنگ کی صورت میں اس پر عائد ہوتے ہیں۔ میں آج اسی سلسلہ میں بعض مزید باتیں بیان کرنا چاہتا ہوں۔

سب سے پہلے تو میں بعض ان

لوگوں کے خیالات کی اصلاح

کرنا چاہتا ہوں۔ جو بعض برطانوی نمائندوں کے سابق سلوک کی وجہ سے اپنے دلوں میں شکایت محسوس کرتے ہیں۔ اور انگریزوں سے تعاون کرنے میں وہ بشاشت محسوس نہیں کرتے۔ جو پہلے کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ان ایام میں مجھے کئی ایسے لوگوں کے متعلق اطلاع ملی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہ محض ان کے علم کی کمی۔ ان کے تجربہ کی کمی۔ اور ان کی دین سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ گذشتہ پانچ سال سے انگریزوں کے لوکل نمائندوں نے بلکہ ایک زمانہ میں حکومت پنجاب کے نمائندوں نے بھی جماعت سے جس قسم کا سلوک کیا۔ وہ

نہایت ہی ظالمانہ اور غیر منصفانہ

تھا۔ بلکہ یہ حقیقت ہے۔ کہ اپنی طرف سے انہوں نے جماعت کو کچلنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی تھی۔ انہوں نے اسکی عزت پر حملہ کیا۔ اس کے مال پر حملہ کیا۔ اسکی جائیدادوں پر حملہ کیا۔ اس کے نظام پر حملہ کیا۔ اسی طرح انہوں نے ہمارے نظام کو توڑنے کے لئے مختلف قسم کی سازشیں کیں۔ کہیں ہمارے اندر انہوں نے بغاوت پھیلانے کی کوشش کی۔ کہیں ہمارے مقدس مقامات چھیننے کے لئے دشمن نے زور لگایا۔ اور بعض حکام بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ کہیں ہمارے امن کو برباد کرنے کے لئے تدبیریں کی گئیں۔ اور اس میں بعض مقامی حکام کا بھی دخل تھا۔

پھر قادیان جو ہمارا مقدس مقام ہے۔ اس میں اس قسم کے ظلم روا رکھے گئے۔ کہ بار بار یہاں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کیا گیا۔ بچوں کی مجلسوں تک میں مجسٹریٹوں نے دخل دینے کی کوشش کی۔ بلکہ جمعہ کے خطبے روکنے کی بھی کوشش کی گئی۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ مظالم اس تواتر اور تسلسل کے ساتھ ہم پر ہوتے رہے ہیں۔ کہ اس وقت بھی کہ مجھے بعض ان لوگوں کے خیالات کی تردید کرنے کے لئے جو موجودہ جنگ میں حکومت برطانیہ کے ساتھ تعاون کرنے میں بشاشت محسوس نہیں کرتے۔ ضمناً ان واقعات کی طرف اشارہ کرنا پڑا ہے۔

میرا خون کھولنے لگا ہے

اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ ہر مخلص احمدی اس وقت تک اپنی جنگ مقامی حکومت کے ساتھ ختم نہ کریگا۔ جب تک ان حکام کو جو ان شرارتوں کے بانی تھے۔ سزا نہ ملے گی۔ اور ان شرارتوں کا سدباب کر کے قادیان کو ہمارے مذہبی مرکز کی حیثیت میں حکومت تسلیم نہ کرے گی۔ آخر کونسا عقلمند پنجاب کے ذمہ وار حکام کو دیانتدار سمجھ سکتا ہے۔ اور اگر وہ پولینڈ کی مدد کے لئے تو پنجابیوں میں جوش پیدا کرنے کے لئے دھواں دھار تقریریں کریں۔ اور کمزوروں اور بےکسوں کی امداد کے نعرے لگائیں لیکن ان کی آنکھوں کے سامنے

برطانوی رعایا کے بہترین وفادار طبقہ پر ظلم

ڈھایا جائے۔ اور وہ خاموش رہیں۔ اور جب ان ظلموں کو ثابت کر دیا جائے۔ تو وہ اپنے ماتحتوں کے افعال کے لئے ہزاروں غلط تاویلات تلاش کرنے میں لگ جائیں۔ یہ دونوں باتیں ایک وقت میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اور میں ایک منٹ کے لئے بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ کہ ایسے حکام بادشاہ معظم کے خیر خواہ ہیں۔ میرے نزدیک وہ بادشاہ معظم کے خیر خواہ نہیں۔ بلکہ جاہ طلب حکام ہیں۔ جن کی وفاداری کی کوششیں صرف خطابات کے حصول یا عہدوں کی زیادتی کی غرض سے ہیں وہ ہم سے ہی بد دیانتی کا معاملہ نہیں کر رہے۔ بلکہ ملک معظم اور برطانوی حکومت سے بھی ان کا معاملہ منافقانہ ہے۔ اور خواہ وہ انگریز ہوں یا ہندوستانی وہ اپنی قوم ہی کے لئے نہیں انسانیت کے لئے بھی موجب عار اور ننگ ہیں۔ اور برطانوی حکومت کے استحکام کے لئے ضروری ہے۔ کہ اس قسم کے عنصر کو جس قدر جلد ہو سکے۔ ذلیل اور رسوا کر کے الگ کر دیا جائے۔

مگر ان سب جذبات کے باوجود میں اس تعلیم کے دینے پر مجبور ہوں۔ جو میں نے گذشتہ خطبہ میں بیان کی تھی۔ اور میں اس پر بھی مجبور ہوں۔ کہ جو نوجوان اس سے اختلاف کا اظہار کریں۔ انہیں غلطی پر قرار دوں۔ اور سلسلہ کی تعلیم کو نظر انداز کرنے والا قرار دوں۔ میرے نزدیک ہر اہم قدم جو انسان اٹھاتا ہے۔ اس سے پہلے اسے اپنے مختلف مصالح اور اپنے

مختلف جذبات کے درمیان ایک فیصلہ

کرنا پڑتا ہے۔ جو اسے مختلف فیصلوں کی طرف کھینچ رہی ہوتی ہیں۔ عقلمند انسان ایسے مواقع پر اس مصلحت کے مطابق جو سب سے اہم ہو۔ اور ان جذبات کے مطابق جو سب سے مقدس ہوں۔ فیصلہ کر دیتا ہے۔ اور دوسری مصلحتوں اور دوسرے جذبات کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ کبھی دین اور دنیا کا مقابلہ ہو جاتا ہے۔ تو وہ اگر دیندار ہو۔ دینی مصالح کو دنیاوی مصالح پر مقدم کر لیتا ہے۔ کبھی تمدن اور شخصی حقوق کا مقابلہ ہو جاتا ہے۔ تو وہ تمدن کے مطالبہ کو پورا کرتے ہوئے اپنے شخصی حقوق کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ کبھی تہذیب اور وحشت کا مقابلہ ہو جاتا ہے۔ تو وہ تہذیب کے مطالبہ کو پورا کرتے ہوئے اپنے وحشیانہ جذبات کو قربان کر دیتا ہے میں نے گذشتہ دو جلسوں پر تمدن کے متعلق اپنی تقریروں میں ذکر کرتے ہوئے بتایا تھا۔ کہ

تمدن کے معنی

بعض جگہ اپنے حقوق کو نظر انداز کر دینے کے بھی ہوتے ہیں۔ ایک شخص کا گھر سینکڑوں سال سے چلا آتا ہے۔ اس کے آباء واجداد کے تعلقات اس سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اور اس مکان کے ایک ایک کونہ سے اسے محبت ہوتی ہے۔ کسی کونہ کی طرف وہ آنکھ اٹھاتا ہے۔ تو کہتا ہے۔ یہاں میرے دادا جان کی چارپائی ہوا کرتی تھی۔ دوسرے کونہ کی طرف دیکھتا ہے۔ تو کہتا ہے۔ یہاں میری دادی جان کی چارپائی ہوا کرتی تھی۔ تیسرے کونہ کی طرف دیکھتا ہے۔ تو کہتا ہے۔ یہاں میرے والد صاحب کی چارپائی ہوا کرتی تھی۔ اور چوتھے کونہ کی طرف دیکھتا ہے۔ تو کہتا ہے یہاں میری اماں جان کی چارپائی ہوا کرتی تھی۔ لیکن کبھی وہ مکان سڑک کے مقابل آجاتا ہے۔ اور گورنمنٹ کو وہ مکان جبراً اٹھا دینا پڑتا ہے۔ ایسے وقت میں شخصی جذبات کے ماتحت شاید اسے یہ خیال بھی آجائے۔ کہ میں اس موقعہ پر قربان ہو جاؤں۔ مگر اپنے باپ دادوں کی نشانی مٹنے نہ دوں۔ لیکن ایک متمدن انسان ہونے کی حیثیت سے وہ کہے گا۔ کہ بےشک یہ ایک تلخ گھونٹ ہے۔ جو مجھے پینا پڑے گا۔ لیکن اگر میرے شہر یا میرے ملک کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فائدہ اسی میں ہے۔ کہ میں اپنے مکان کو قربان کردوں۔ تو بہرحال چونکہ جس چیز کو قربان کرنا ہے۔ وہ چھوٹی ہے۔ اور جس کے لئے قربانی کرنی ہے۔ وہ بڑی ہے۔ اسلئے آدمیں اسے

اپنے ملک یا اپنے شہر کے فائدہ کے لئے

قربان کردوں۔ بعض نوجوان جب عام جنگ کا اعلان سنتے ہیں۔ تو اس سے ایک دو دن پہلے ہی وہ شادیاں کرکے بیویوں کو گھر پر لائے ہوتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ اپنی قوم کی خاطر جنگ پر چلے ہی جاتے ہیں۔ ان کے شخصی جذبات انہیں بالکل اور طرف لے جارہے ہوتے ہیں۔ مگر ان کے ملی اور قومی جذبات انہیں اور طرف لے جارہے ہوتے ہیں۔ ان کے شخصی جذبات انہیں کہتے ہیں۔ کہ ہم اپنا گھر کیوں برباد کریں۔ مگر ان کے ملی جذبات انہیں کہتے ہیں۔ کہ

قوم کی ضرورت ہماری ضرورت سے بالا ہے

اگر ہم جنگ پر جاتے ہیں۔ تو شائد چند ایک عورتیں بیوہ ہوجائیں گی۔ لیکن اگر ہم نہیں جاتے۔ اور ہمیں دیکھتے ہوئے اور آدمی بھی اپنے گھروں میں بیٹھ رہتے ہیں۔ تو ایک نہیں سارے ملک کی عورتیں بیوہ ہوں گی۔ پس وہ شخصی مطالبات کو قربان کردیتے ہیں۔ اور قومی مطالبات کو پورا کردیتے ہیں۔ اسی طرح بعض مواقع پر ایک طرف قومی جذبات ہوتے ہیں۔ تو دوسری طرف اخلاقی فرض اور سچ کا مطالبہ اس حالت میں ہر متمدن انسان کا یہ کام ہوتا ہے۔ کہ وہ بجائے قومی جذبات کی اقتدار کرنے کے

سچ اور اخلاق کے مطالبات

کو پورا کرے۔ مثلاً اسلامی تعلیم کے ماتحت ہم کسی حکومت کے ماتحت رہتے ہوئے اس سے بغاوت نہیں کرسکتے۔ اب خواہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ کہ ہماری قوم پر ظلم ہو رہا ہے۔ جماعت پر ظلم ہو رہا ہے۔ لیکن قرآن یہی کہے گا۔ کہ نہیں۔ تم نے بغاوت نہیں کرنی۔ ہاں جب بات حد سے گزر جائے۔ اور پانی سر سے گزرجانے والا معاملہ ہوجائے۔ تو پھر تم اس ملک کو چھوڑ دو۔ مگر بغاوت پھر بھی نہ کرو۔ اس وقت یہ تو نہیں ہوتا۔ کہ مومن ڈر کی وجہ سے خاموش ہوتا ہے۔ مومن کو اپنی جان کی پروا نہیں ہوتی۔ اگر خدا اسے اجازت دے۔ تو وہ اکیلا تمام دنیا کے مقابلہ میں لڑکر مرجانے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ کی طرف سے جو فرض اس پر عائد کیا گیا ہے۔ وہ چونکہ اسے اپنے جذبات کے دبانے کا حکم دیتا ہے۔ وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔ اور بغاوت یا فساد کے طریق کو اختیار نہیں کرتا۔ اور یہ کام اس کا بزدلی کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ بلکہ

اعلےٰ ذمہ واری

کو پورا کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

دنیا نے آج تک معمولی ایمان والوں کو بھی کفار کے مقابلہ میں ڈرتے نہیں دیکھا۔ کجا یہ کہ وہ لوگ ڈریں۔ جن کے ایمان مضبوط ہوں۔ اور جنہوں نے اللہ تعالےٰ کے انوار کو اپنی آنکھوں سے آسمان سے اترتے دیکھا ہو۔ صحابہ رضؓ کی قربانیاں تو الگ رہیں۔ تنزل کے زمانہ میں ان مسلمانوں کو جو قربانیاں کرنی پڑیں۔ جن کے ایمان صحابہ رضؓ کی طرح مضبوط نہیں تھے۔ وہ بھی ایسی شاندار ہیں۔ کہ انہیں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔

سپین میں مسلمانوں کا جو حشر ہوا۔ وہ

مسلمانوں کی تاریخ میں ایک تاریک ترین لمحہ

تھا۔ میں سمجھتا ہوں۔ کوئی مسلمان جس کے دل میں ایک ذرّہ بھر بھی ایمان ہو۔ وہ سپین کے مسلمانوں کی اس آخری جنگ کے حالات پڑھ کر جو انہیں عیسائیوں سے لڑنی پڑی۔ بغیر اس کے نہیں رہ سکتا۔ کہ اس کا دل خون ہوجائے۔ اور اسکی آنکھیں پُرنم۔ وہ کبھی ٹھنڈے دل سے ان واقعات کو نہیں پڑھ سکتا۔ وہ کبھی خشک آنکھوں سے ان واقعات کو نہیں پڑھ سکتا۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ کوئی درد رکھنے والا مسلمان ساکن جسم سے ان واقعات کو نہیں پڑھ سکتا۔ ایک ذرّہ بھر ایمان رکھنے والا مسلمان بھی جب ان واقعات کو پڑھتا ہے۔ اس کا دل دھڑکنے لگ جاتا ہے۔ اس کے آنسو رواں ہوجاتے ہیں۔ اور اس کا جسم کانپنے لگ جاتا ہے۔

اسلام کی فوقیت کا جھنڈا

لہرانے والا وہ ملک جس نے یورپ پر سینکڑوں سال تک حکومت کی۔ اور جس نے اسلام کی برتری اور فوقیت کو نہایت مضبوطی سے قائم رکھا۔ اس میں سے جب مسلمان نکلنے پر مجبور ہوئے۔ تو انہیں حکم دے دیا گیا۔ کہ وہ اپنا بوریا بستر باندھ لیں۔ اور چند ہفتوں کے اندر اپنے ملک کو خیرباد کہہ دیں۔ ورنہ ان سب کو قتل کردیا جائے گا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ ملک جس نے اسلام کی شان و شوکت کو اس طرح قائم رکھا۔ کہ شاید بغداد کی اسلامی حکومت بھی اس طرح اسلامی شان و شوکت کو قائم نہیں رکھ سکی۔ آج وہاں اسلام کا نام و نشان بھی نہیں۔ سوائے ان چند عمارتوں کے جو

مسلمانوں کے عہد ماضی کی یادگار

کے طور پر اب تک وہاں موجود ہیں۔

غرض اس آخری لمحہ میں جب ہسپانوی اسلامی حکومت کا صرف آخری شہر باقی تھا۔ اور دشمن نے اس کا چاروں طرف سے محاصرہ کیا ہوا تھا۔ اور عیسائی بادشاہ نے مسلمان بادشاہ نے آخری نوٹس دے دیا تھا۔ کہ یا تو ہم اس شہر کو فتح کرکے تم سب کو قتل کر دیں گے۔ یا پھر آخری موقعہ ہم تمہیں یہ دیتے ہیں۔ کہ تم اپنا بوریا بستر باندھ کر یہاں سے چلے جاؤ۔ ہم تمہیں جانے کی اجازت دے دیں گے۔ اور تم میں سے کسی کو قتل نہیں کرینگے۔ چنانچہ انہوں نے دو تین جہاز بھی مقرر کردیئے اور کہہ دیا۔ کہ جتنا سامان ان جہازوں پر آ سکے۔ اتنا سامان لاد لیا جائے۔ اور باقی سب شہر میں ہی رہنے دیا جائے۔

مسلمانوں کی مجلس

اس الٹی میٹم پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوئی۔ اور مشورہ ہونے لگا۔ کہ اب انہیں کیا کرنا چاہیئے۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے۔ کہ اگر وہ ایمانی جرأت سے کام لیتے۔ اور عیسائی لشکر سے لڑائی کے لئے تیار ہوجاتے۔ تو شاید وہ کامیاب ہی ہوجاتے۔ کیونکہ وہ اتنے کمزور نہیں تھے۔ کہ عیسائی لشکر کا مقابلہ نہ کرسکتے۔ مگر چونکہ سب کے دلوں پر یہ رعب تھا۔ کہ اسلامی حکومت کے ہاتھ سے ایک ایک کرکے تمام شہر نکل گئے ہیں۔ اور اب صرف یہی ایک شہر باقی رہ گیا ہے۔ اسلئے انہوں نے سمجھا۔ کہ اب ہمارا مقابلہ کرنا فضول ہے۔ چنانچہ ایک کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے رئیس کے سامنے یہ سوال پیش ہوا۔ اور ہر ایک نے پُرنم آنکھوں سے کہا۔ کہ جواب تو ظاہر ہی ہے۔ ہم میں اب مقابلہ کی کوئی طاقت نہیں۔ جس وقت بڑے بڑے رؤسا اور لیڈر یہ جواب دے رہے تھے۔

ایک نوجوان فوجی افسر

کھڑا ہوا۔ اور اس نے کہا۔ میرے نزدیک اسلامی غیرت ہمیں یہ جواب دینے کی اجازت نہیں دیتی۔ میرے نزدیک ہمیں عیسائیوں کا اپنی پوری قوت سے مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اگر ہم مارے گئے۔ تو شہید ہوں گے۔ اور اگر جیت گئے۔ تو دنیا میں عزت کی زندگی بسر کرسکیں گے۔ اس کے اس جواب کو تمام درباریوں نے تعجب کی نگاہ سے دیکھا۔ اور کہا۔ تم یہ کیا کہتے ہو۔ کیا ہمارے دلوں میں جوش نہیں۔ کیا ہمارے قلوب میں ایمان نہیں؟ جوش اور ایمان ہمارے دلوں میں بھی ہے۔ مگر ہم جانتے ہیں۔ کہ ہم میں اب لڑنے کی طاقت نہیں۔ جب تمام درباریوں اور تمام چھوٹوں اور بڑوں نے یہ جواب دیا۔ تو اس اکیلے نوجوان نے جبکہ عیسائیوں کی ایک لاکھ فوج شہر کا محاصرہ کئے پڑی تھی۔ تلوار اپنی میان سے نکال لی۔ اور یہ کہتے ہوئے مجلس سے نکل گیا۔ کہ اگر آپ لوگ اس ذلت کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ تو آپ کی مرضی ہے۔ لیکن میری اسلامی غیرت تو اسکی اجازت نہیں دیتی۔ اور وہ وہاں سے

سیدھا عیسائی لشکر کی طرف

گیا۔ اور اکیلے ہی دشمن کے لشکر پر حملہ کردیا۔ اور لڑتے لڑتے مارا گیا۔ مگر تم سمجھتے ہو۔ کہ جو کچھ مارا گیا۔ وہ اس کا جسم تھا۔ اسکی روح نہیں ماری گئی۔ اسکی روح اب تک ہمارے دلوں اور ہمارے دماغوں میں زندہ ہے۔

آج بھی کوئی مسلمان جب تاریخ کے اندھیرے کونے سے اس واقعہ کو نکالے گا۔ اس کے دل سے

اس نوجوان کے لئے بے اختیار دعا

نکلے گی۔ اور وہ کہے گا۔ کہ یہ آخری مسلمان تھا۔ جو سپین میں موجود تھا۔ اور میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ جب خدا تعالےٰ نے اسلام کو حیاتِ تازہ بخشی۔ اس نشأۃ ثانیہ میں ایسے لوگوں کی روحیں پھر ظاہر ہوں گی۔

پھر ہسپانیہ محمد رسول اللہ کے جھنڈے کے نیچے آئے گا

اور اس دفعہ اس طرح آئے گا۔ کہ پھر نہیں نکل سکے گا۔

غرض مومن ڈرپوک نہیں ہوا کرتا۔ مومن بزدل نہیں ہوا کرتا۔ ہم نے اگر پچھلے مظالم برداشت کئے۔ تو اس لئے نہیں۔ کہ ہمیں جانیں دینی نہیں آتی تھیں۔ اگر خدا کا قانون ہمیں اجازت دیتا۔ تو ہم قادیان اور اس کے مقدس مقامات کی حفاظت کے لئے اپنی جانیں خوشی سے دے دیتے۔ اور کبھی ان

غدّار حکام کے مظالم

برداشت نہ کرتے۔ جو ہمارے ہی نہیں۔ حکومت کے بھی مجرم تھے۔ مگر خدا کا یہی حکم تھا۔ کہ ہم خاموش رہیں۔ پس ہم خاموش رہے۔ اس نے ہمیں کہا۔ کہ جو قانون میں نے تمہارے لئے بنایا ہوا ہے۔ اس کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پابندی کرو۔ اور ہم نے اس کی پابندی کی۔ پس ایک موقعہ ایسا بھی آتا ہے۔ جب قومی غیرت بھی یہی کہتی ہے۔ کہ قربان ہو جاؤ۔ مگر خدا کہتا ہے۔ نہیں تم خاموش رہو۔

کیا ہی عجیب نظارہ ہمیں نظر آتا ہے۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

صلح حدیبیہ کی مجلس میں

تشریف رکھتے تھے۔ اور کفار صلح کے لئے شرائط پیش کر رہے تھے۔ صحابہ اپنے دلوں میں ایک آگ لئے بیٹھے تھے۔ اور ان کے سینے ان مظالم کی تپش سے جل رہے تھے۔ جو کفار کی طرف سے بیس سال سے ان پر کئے جا رہے تھے۔ ان کی تلواریں میانوں سے باہر نکلی پڑتی تھیں۔ اور وہ چاہتے تھے۔ کہ کسی طرح موقعہ آئے۔ تو ان مظالم کا جو انہوں نے اسلام پر کئے ہیں۔ بدلہ لیا جائے۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کی باتیں سنیں۔ اور جب یہ تجویز ان کی طرف سے پیش ہوئی۔ کہ آؤ ہم آپس میں صلح کر لیں۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ بہت اچھا۔ ہم صلح کر لیتے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ شرط یہ ہے۔ کہ اس سال تم عمرہ نہیں کر سکتے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بہت اچھا۔ اس سال ہم عمرہ نہیں کریں گے۔ پھر انہوں نے کہا۔ کہ دوسرے سال جب آپ عمرہ کے لئے آئیں۔ تو یہ شرط ہوگی۔ کہ آپ مکہ میں تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بہت اچھا مجھے یہ شرط بھی منظور ہے۔ پھر انہوں نے کہا۔ کہ آپؐ کو مسلح ہو کر مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ ہوگی۔ آپؐ نے فرمایا۔ بہت اچھا۔ ہم مسلح ہو کر مکہ میں داخل نہیں ہوں گے۔ صلح کا معاہدہ طے ہو رہا تھا۔ اور صحابہ رضؓ کے دل اندر ہی اندر جوش سے ابل رہے تھے۔ وہ غصہ سے تلملا رہے تھے۔ مگر کچھ کر نہیں سکتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو صلح نامہ لکھنے کے لئے مقرر کیا گیا۔ انہوں نے

جب یہ معاہدہ لکھنا شروع کیا

تو انہوں نے لکھا۔ کہ یہ معاہدہ ایک طرف تو محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے ہے۔ اور دوسری طرف مکہ کے فلاں فلاں رئیس اور مکہ والوں کی طرف سے ہے۔ اس پر کفار بھڑک اُٹھے۔ اور انہوں نے کہا۔ ہم ان الفاظ کو برداشت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو رسول اللہ نہیں مانتے۔ اگر مانتے۔ تو ان سے لڑائی کس بات پر ہوتی۔ ہم تو ان سے محمد بن عبد اللہ کی حیثیت سے معاہدہ کر رہے ہیں۔ محمد رسول اللہ کی حیثیت سے معاہدہ نہیں کر رہے۔ پس یہ الفاظ اس معاہدہ میں نہیں لکھے جائیں گے۔ اس وقت صحابہ رضؓ کے جوش کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اور وہ غصہ سے کانپنے لگ گئے۔ انہوں نے سمجھا۔ اب خدا نے ایک موقعہ پیدا کر دیا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی بات نہیں مانیں گے۔ اور ہمیں ان سے لڑائی کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا موقعہ مل جائے گا۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ یہ لوگ ٹھیک کہتے ہیں۔

معاہدہ میں سے رسول اللہ کا لفظ کاٹ دینا چاہیئے

علی۔ اس لفظ کو مٹا دو۔ مگر حضرت علی رضؓ ایسے انسان جو فرمانبرداری اور اطاعت کا نہایت ہی اعلےٰ درجہ کا نمونہ تھے۔ ان کا دل بھی کانپنے لگ گیا۔ ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اور انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ یہ لفظ مجھ سے نہیں مٹایا جاتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ لاؤ مجھے کاغذ دو۔ اور کاغذ لے کر جہاں رسول اللہ کا لفظ لکھا تھا۔ اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دیا۔ تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ یہ نظارہ صحابہ رضؓ کے لئے کتنا صبر آزما تھا۔ مگر انہوں نے اس تکلیف کو برداشت کیا۔ انہوں نے اپنے جذبات کو قربان کیا۔ اور اس طرح ثابت کر دیا۔ کہ

ایک مسلمان کی زندگی

ہر رنگ میں اپنے خدا کے لئے ہوتی ہے۔ ہم قرآن میں بار بار خدا تعالےٰ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مکالمہ پڑھتے ہیں۔ مگر غفلت کی حالت میں اس آیت پر سے گذر جاتے ہیں۔ اور یہ نہیں سوچتے۔ کہ خدا تعالےٰ نے اس سوال کو کتنی اہمیت دی ہے۔ جو اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیا۔ اور جس کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح کیا گیا ہے۔ کہ اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین. یہاں اسلم کے معنی مسلمان ہونے کے نہیں۔ ورنہ اس کا مفہوم یہ بنے گا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی پہلے ہوئے۔ اور مسلمان بعد میں۔ حالانکہ عام حالات میں اسلام بہت معمولی چیز ہے۔ اور اس کے آگے انسانی ترقی کے لئے بہت سے مدارج ہیں۔ پہلے انسان صالح بنتا ہے۔ پھر شہید بنتا ہے۔ پھر صدیق بنتا ہے۔ پھر نبی بنتا ہے۔ اور پھر ان صلحاء شہداء اور صدیقین کے ہزاروں درجے ہیں۔ صالحین بھی ہزاروں درجے کے ہیں۔ اور شہداء بھی ہزاروں درجے کے ہیں۔ اور صدیق بھی ہزاروں درجے کے ہیں۔ اور نبی بھی ہزاروں درجے کے ہیں۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام صرف نبی نہیں۔ بلکہ ابو الانبیاء ہو جاتے ہیں۔ اور خدا انہیں کہتا ہے۔ اسلم۔ اور ابراہیم کہتا ہے۔ اسلمت لرب العالمین۔ پس اسجگہ اسلم سے مراد مسلمان ہونا نہیں۔ بلکہ اسلم سے مراد کامل فرمانبردار ہونا ہے۔ گویا خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا۔ کہ اے ابراہیم۔ تو ہمارا کامل فرمانبردار ہو جا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ خدایا میں ہو گیا۔ یہ اسلم والا مقام وہی ہے۔ جب نفس کے اندر جو جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ وہ خدا کے لئے قربان ہو جاتے ہیں۔ اس کے اندر سے کوئی آواز نہیں اٹھتی۔ سب آوازوں کا اٹھنا بند ہو جاتا ہے۔ اور انسان اپنے رب کا کامل فرمانبردار ہو جاتا ہے۔

یہ مقام کوئی معمولی مقام نہیں ہے۔ یہی وہ مقام ہے۔ جس کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہر شخص کے اندر ایک شیطان ہوتا ہے۔ اور میرے اندر بھی وہ شیطان ہے۔ مگر میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے۔ تو

اسلمت لرب العٰلمین کے معنی

درحقیقت یہی ہیں۔ کہ میرے اندر کا شیطان مسلمان ہو گیا ہے۔ اور وہ روح بھی نکل گئی ہے۔ جو کبھی تکلیف کے وقت میں کبھی مصائب کے وقت میں اور کبھی غیرت کے مواقع پر احتجاج کرنا چاہتی ہے۔ اور خدائی احکام کے خلاف ایک مخفی احتجاج کرتی ہے۔ وہ احتجاج کی روح بھی مٹ گئی ہے۔ اور اب وہ کامل مسلمان ہو گئی ہے۔ یہی وہ روح ہے۔ جس کے متعلق ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ میں نے تم کو بہت حکم دیئے۔ مگر میں نے تم میں سے مخلص ترین لوگوں کے اندر بھی بعض دفعہ احتجاج کی روح دیکھی۔ مگر ابو بکر رضؓ کے اندر میں نے یہ روح کبھی نہیں دیکھی۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ جیسا انسان بھی گھبرا گیا۔ اور وہ اسی گھبراہٹ کی حالت میں

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

کی خدمت میں گئے۔ اور کہا۔ کہ کیا ہمارے ساتھ خدا کا یہ وعدہ نہیں تھا۔ کہ ہم عمرہ کریں گے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ خدا کا وعدہ تھا۔ انہوں نے کہا۔ کیا خدا کا ہمارے ساتھ یہ وعدہ نہیں تھا۔ کہ وہ ہماری تائید اور نصرت کرے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہاں تھا۔ انہوں نے کہا۔ تو پھر کیا ہم نے عمرہ کیا؟ حضرت ابوبکر رضؓ نے کہا۔ عمر رضؓ! خدا نے کب کہا تھا۔ کہ ہم اسی سال عمرہ کریں گے۔ پھر انہوں نے کہا۔ کیا ہم کو فتح و نصرت حاصل ہوئی؟ حضرت ابوبکر رضؓ نے کہا۔ خدا اور اس کا رسول فتح و نصرت کے معنے ہم سے بہتر جانتے ہیں۔ مگر حضرت عمر رضؓ کی اس جواب سے تسلی نہ ہوئی۔ اور وہ اسی گھبراہٹ کی حالت میں

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس

پہنچے۔ اور عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ! کیا خدا کا ہم سے یہ وعدہ نہ تھا۔ کہ ہم مکہ میں طواف کرتے ہوئے داخل ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے عرض کیا۔ کیا ہم خدا کی جماعت نہیں؟ اور کیا خدا کا ہمارے ساتھ فتح و نصرت کا وعدہ نہیں تھا؟ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ تھا۔ حضرت عمر رضؓ نے کہا۔ تو یا رسول اللہؐ کیا ہم نے عمرہ کیا؟ آپؐ نے فرمایا۔ خدا نے کب کہا تھا۔ کہ ہم اسی سال عمرہ کریں گے۔ یہ تو میرا خیال تھا۔ کہ اس سال عمرہ ہوگا۔ خدا نے تو کوئی تعیین نہیں کی تھی۔ انہوں نے کہا۔ تو پھر فتح و نصرت کے وعدے کے کیا معنی ہوئے آپؐ نے فرمایا۔ نصرت خدا کی ضرور آئے گی۔ اور جو وعدہ اس نے کیا ہے۔ وہ بہر حال پورا ہوگا۔ گویا جو جواب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا تھا۔ وہی جواب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا۔ تو اگر صرف

غیرت کا سوال

ہو۔ تو جس طرح اس معاملہ میں دوسروں کو غیرت ہے۔ اسی طرح مجھ کو بھی غیرت ہے۔ بلکہ مجھے چونکہ وہ تمام شرارتیں معلوم ہیں۔ جو حکام ہمارے سلسلہ کے خلاف کیا کرتے تھے۔ اس لئے میرے دل میں دوسروں کی نسبت زیادہ غیرت پیدا ہوتی ہے۔ لیکن

خدا تعالےٰ کا قانون

ان ساری چیزوں سے بالا ہے۔ اور خدا تعالیٰ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی مشیت ان ساری چیزوں سے بالا ہے بسا اوقات ایک چیز بُری نظر آتی ہے۔ مگر اپنے نتائج کے لحاظ سے اچھی ہوتی ہے۔ اور بسا اوقات انسان قانون کی پابندی کو اپنے لئے تکلیف دہ سمجھتا ہے۔ مگر کامیابی کے لئے اسکی پابندی ضروری ہوتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم

ہے۔ کہ تم جس حکومت میں رہو۔ اسکی بغاوت نہ کرو۔ اور نہ کبھی اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرو۔ بظاہر پچھلے کانگرس کے جھگڑوں کو دیکھتے ہوئے اس اصل کی کمزوری ثابت ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ کسی ایک وقت خواہ اس اصل پر کاربند ہونا دوبھر معلوم ہوتا ہو۔ دنیا کی تاریخ پر مجموعی طور پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا۔ کہ یہی اصل دنیا میں امن کے قیام کا ذریعہ ہے۔ پھر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ ایک شخص یا چند اشخاص سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے۔ مگر خدا تعالےٰ نے اس قوم کے اندر جس کے بعض افراد کے ذریعہ تکلیف پہنچی ہوتی ہے۔ کوئی بھلائی پوشیدہ رکھی ہوئی ہوتی ہے۔ اب ہمارا نفس تو یہ کہتا ہے کہ ہمیں ساری قوم سے بیزاری کا اظہار کرنا چاہیئے۔ مگر خدا جو عالم الغیب ہے۔ وہ جانتا ہے۔ کہ انجام کے لحاظ سے کونسی بات مفید ہو سکتی ہے۔ یہ

اللہ تعالےٰ کا فعل

ہے۔ کہ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انگریزی حکومت میں پیدا کیا۔ مگر بہرحال اللہ تعالےٰ کا یہ فعل بتاتا ہے۔ کہ اسی حکومت کے ماتحت رہنے اور اس کے قوانین سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت ترقی کرے گی۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک اور موقعہ پر بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے۔ جب انگریزوں اور روسیوں کی جنگ ہوگی۔ آپ فرماتے ہیں۔ یہ خطرناک جنگ جو ہونے والی ہے۔ اس وقت نہ معلوم ہم زندہ ہوں یا نہ ہوں۔ اسی لئے ہم دعا کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ اس گورنمنٹ کو ہر شر سے محفوظ رکھے۔ اور اس کے دشمن کو ذلت کے ساتھ پسپا کرے۔ تا کہ اس حکومت نے جو مذہبی آزادی ہمیں دے رکھی ہے۔ اس کا بدلہ ہو۔ بعید نہیں کہ اس

پیشگوئی اور دعا کا تعلق

موجودہ جنگ سے ہی ہو۔ کیونکہ اسی جنگ میں انگریزوں اور روسیوں کی لڑائی کا خطرہ ہے۔ پچھلی جنگ میں روسی شروع سے انگریزوں کے ساتھ تھے۔ مگر اس جنگ میں ایسے سامان پیدا ہو رہے ہیں۔ کہ امکان ہے۔

روس اور برطانیہ کی جنگ

چھڑ جائے۔ اور اگر ایسا ہوگیا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دعا کے ماتحت مجھے یقین ہے۔ کہ فتح انگریزوں کو ہی ہوگی۔ آج مجھے ان کی فتح کا اتنا یقین نہیں۔ جتنا یقین مجھے اس وقت ہوگا۔ اگر اس جنگ میں روسی انگریزوں کے خلاف شامل ہوگئے۔ کیونکہ اس صورت میں اس دعا کی وجہ سے میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ

غلبہ انگریزوں کو ہی ہوگا

گو دنیوی لحاظ سے جب دشمن زیادہ ہو جاتے ہیں۔ تو فتح کا امکان کم ہو جاتا ہے۔ مگر جہاں اللہ تعالےٰ کا قانون شامل ہو جائے۔ وہاں فیصلہ طاقت کے مطابق نہیں ہوتا۔ بلکہ خدا کے فیصلہ کے مطابق ہوتا ہے۔

پس اگر روسی اس جنگ میں جرمنی کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ تو مجھے اسی دن سے یہ یقین ہو جائے گا۔ کہ بالآخر انگریزوں کو ہی فتح ہوگی۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی فتح کے متعلق دُعا کر چکے ہیں۔

پس دوستوں کو ایک بات تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ

سلسلہ کے مٹانے کے لئے

بے شک حکومت کے بعض نمائندوں نے بہت کچھ زور لگایا۔ بلکہ اب تک زور لگا رہے ہیں۔ اور پنجاب گورنمنٹ بھی بعض مواقع پر درمیان میں کودتی رہی ہے۔ اور اس وقت بھی ہمارے لئے امن نہیں۔ اور اب بھی ہمارے مقدس مذہبی مقامات چھیننے کے لئے طرح طرح کی تدبیریں کی جاتی ہیں۔ مگر باوجود اس کے ہم وہ حکم نظر انداز نہیں کر سکتے۔ جو خدا اور اس کے رسول کی طرف سے ہم پر عائد ہوتا ہے۔ اور نہ ہم وہ پیشگوئیاں نظر انداز کر سکتے ہیں۔ جنہوں نے ہمیں آئندہ کا راستہ بتایا ہوا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ کوئی زمانہ ایسا بھی آئے گا۔ جب

ہمیں انگریزی قوم کے ایک حصہ سے لڑنا پڑے گا

مگر ہماری لڑائی مادی ہتھیاروں سے نہیں ہوگی۔ بلکہ ویسی ہی ہوگی۔ جیسے آج کل احرار سے ہماری جنگ ہے۔ کیونکہ اس وقت انگریزی قوم کے ایک حصہ کو جب یہ محسوس ہوگا۔ کہ انگریز احمدیت میں داخل ہونے جا رہے ہیں۔ تو وہ ہم سے فساد کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ اور ہمارا فرض ہوگا۔ کہ ہم ان کا مقابلہ کریں۔ مگر وہ زمانہ ابھی دُور ہے۔ موجودہ زمانہ کے متعلق جو پیشگوئیاں ہیں۔ ان سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ

ہمیں انگریزوں کے ساتھ تعاون کرنا پڑے گا

اور ان کے قوانین احمدیت کی ترقی کے لئے ممد ہوں گے۔ اور جہاں جہاں ان کی حکومت ہوگی۔ وہاں احمدیت کی تبلیغ کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے راستہ کھل جائے گا۔ اور اس کا عملی ثبوت اس بات سے مل سکتا ہے۔ کہ ہندوستان سے باہر جن ممالک میں انگریزوں کی حکومت نہیں۔ وہاں ہم نے جب تبلیغ کی۔ تو ہمارے راستہ میں روکیں حائل کرنے کی کوشش کی گئی۔

بے شک بعض اور ممالک بھی ہیں۔ جہاں ہمیں تبلیغ میں آسانی ہے۔ مگر وہ بہت کم ہیں۔ اکثر ایسے ہی ہیں۔ جہاں تبلیغ میں روکیں ڈالی جاتی ہیں۔ ایسی صورت میں انگریزوں کے ساتھ تعاون نہ کرنے کے یہ معنی ہیں۔ کہ جہاں ہماری تبلیغ کے راستے کھلے ہیں۔ وہاں بھی احمدیت کی ترقی رک جائے۔ اب ایک طرف ہماری غیرتیں ہوں۔ اور دوسری طرف یہ نتیجہ۔ تو کونسا احمدی یہ برداشت کرے گا۔ کہ تبلیغ تو بے شک بند کر دی جائے۔ مگر اسکی غیرت کو کوئی صدمہ نہ پہنچے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے۔ کہ تبلیغ اگر بند ہوتی ہے۔ تو ہو جائے۔ میری غیرت کا تقاضا پورا ہونا چاہیئے۔ تو مجھے تو اس کے متعلق یہی شبہ پڑ جائے گا۔ کہ

وہ احمدی نہیں ہے بلکہ احمدیت کا دشمن ہے

بہرحال ہم اس وقت خون کا گھونٹ پئیں گے۔ اپنے نفسوں پر جبر کریں گے۔ اور جس امر میں خدا کی بڑائی ہے۔ اسے قبول کر لیں گے۔ اور کہیں گے جہاں ہم نے اسلام اور احمدیت کے لئے اور قربانیاں کیں۔ وہاں ہم نے اپنے جذباتِ غیرت کو بھی اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے قربان کر دیا۔ یہ قربانی معمولی قربانی نہیں۔ بلکہ خدا تعالےٰ کے نزدیک بہت بڑی اہمیت رکھنے والی ہے۔ کیونکہ

جذباتِ غیرت کو قربان کرنا

معمولی بات نہیں ہوتی۔ پس میں جماعت کو ہدایت کرتا ہوں۔ کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منشاء کو سمجھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کو سمجھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریق عمل کو سمجھے۔ جب تک لوکل حکام کا سوال تھا۔ اس وقت تک معاملہ بالکل اور حیثیت رکھتا ہے۔ جب تک

لوکل حکام کے ساتھ ہمارا جھگڑا

تھا۔ اس وقت تک ہمارے جھگڑے کی ایسی ہی نوعیت تھی۔ جیسے زید یا بکر کے ساتھ جھگڑا ہو جائے۔ چنانچہ دیکھ لو۔ میں خود بھی اس وقت کئی رنگ میں ان کا مقابلہ کرتا رہا۔ کیونکہ زید یا بکر سے جھگڑا ہماری تبلیغ کے راستہ میں روک نہیں۔ اگر کوئی بے دین اور شریر افسر حکومت سے تنخواہ لے کر ایک وفادار جماعت کو دق کرنا شروع کر دے۔ تو اگر ہم اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ تو ہم اپنی تبلیغ کے راستہ کو بند نہیں کرتے۔ بلکہ ایک شریر کو سیدھا کرتے ہیں۔ مگر اب معاملہ ایک دو شریر افسروں تک محدود نہیں۔ بلکہ اس وقت

حکومتِ برطانیہ اپنے سارے مجموعۂ نظام سمیت خطرہ میں

ہے۔ اور بالکل ممکن ہے۔ اگر اس طرف سے کمزوری دکھائی جائے۔ تو حکومت انگریزی کو شکست ہو جائے۔ اور اس کے علاقے کسی دوسری حکومت کے ماتحت چلے جائیں۔ اور اس طرح مذہبی آزادی جاتی رہے۔ اور ہماری تبلیغ رک جائے۔ پس اس معاملہ کی اہمیت کو سمجھنا چاہیئے۔ اور وہ راہ اختیار نہیں کرنی چاہیئے۔ جو نادانی اور ہلاکت کی ہے۔ کئی نادان نوجوان ہیں۔ جو مجھے کہتے رہتے ہیں۔ کہ آپ احرار کے فتنہ کے وقت تو یہ کہتے تھے۔ اور اب یہ کہتے ہیں۔ وہ نادان یہ نہیں جانتے۔ کہ اس وقت صرف مقامی حکام کا معاملہ تھا۔ مگر اب تمام برٹش ایمپائر کا معاملہ ہے۔ اور دنیا میں یہ قاعدہ ہے۔ کہ جب کسی چھوٹی چیز کے مقابلہ میں بڑی چیز آ جائے۔ تو ہمیشہ

چھوٹی چیز کو قربان کر دیا جاتا ہے

اور بڑی چیز کو بچا لیا جاتا ہے۔ اسکی مثال ایسی ہی ہے۔ جیسے ایک بچہ شمع کو انگلی لگا رہا ہو۔ تو ہم اسے ڈانٹیں گے۔ اور کہیں گے۔ انگلی جل جائے گی۔ اسکی حفاظت کرو۔ مگر کسی دوسرے موقعہ پر جب ہمارے کسی عزیز کو خدا نخواستہ کینسر ہو جائے۔ تو ہم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہنی تک اس کا ہاتھ کٹوا دیں گے۔ اب اگر کوئی کہے۔ کہ اس وقت تو آپ شمع کو انگلی بھی نہیں لگانے دیتے تھے۔ اور آج کہہ رہے ہیں۔ کہ فلاں شخص کہنی تک اپنا ہاتھ کٹوا دے تو وہ احمق ہی ہوگا۔ کیونکہ ہم نے پہلی بات اس وقت کہی تھی۔ جب شمع کے مقابلہ میں انگلی تھی۔ اور دوسری بات اس وقت کہی ہے جب ہاتھ کے مقابلہ میں جان ہے۔ پہلی حالت میں یہ ضروری تھا۔ کہ انگلی کی حفاظت کی جاتی۔ اور دوسری حالت میں یہی ضروری تھا۔ کہ ہاتھ کو کہنی تک کٹوا دیا جاتا۔ اسی طرح اگر اس وقت جنگ جاتی رہے۔ اور وہی

امن کی صورت

ہو جائے۔ جو پہلی تھی۔ اور پھر ہمیں بدمعاش اور شریر حکام دق کریں۔ تو پھر میں وہی بات کہوں گا۔ جو میں نے پہلے کہی تھی۔ اور اگر پھر دوبارہ انگریزی حکومت خطرہ میں پڑ جائے۔ تو میں پھر وہی بات کہوں گا۔ جو اب کہہ رہا ہوں۔ کیونکہ اس صورت میں معاملہ کی نوعیت بالکل اور ہو جاتی ہے۔ اور مومن کا فرض ہوتا ہے۔ کہ وہ سوچ سمجھ کر کام کرے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ

مومن ہر کام حکمت کے ماتحت کرتا ہے

اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ کا ایک نام حکیم بھی آیا ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق جو پیشگوئی کی گئی ہے۔ اس میں بھی یہ بتایا گیا ہے۔ کہ یعلمھم الکتاب والحکمۃ وہ نبی ان کو کتاب اور حکمت سکھائے گا۔ اور چونکہ حالات بدلتے رہتے ہیں۔ اس لئے حکمت کے ماتحت احکام بھی بدلتے رہیں گے۔ جب اسلام اور غیر اسلام کا مقابلہ ہوگا۔ تو اس وقت ہم اسلام کو ترجیح دیں گے۔ جب ہمارے جذبات غیرت کا اسلامی احکام سے مقابلہ ہوگا۔ تو اس وقت ہم اسلامی احکام کو ترجیح دیں گے۔ اور جب ہمارے جذبات اور دوسروں کے جذبات کا مقابلہ ہوگا۔ تو اس وقت اگر ہمارے جذبات نیکی پر مبنی ہوں گے۔ تو ہم ان کو ترجیح دیں گے۔ اور اگر دوسروں کے جذبات نیکی پر مبنی دکھائی دیں گے۔ تو دوسروں کے جذبات کو ترجیح دیں گے۔ غرض جس چیز میں

اللہ تعالےٰ کی رضامندی

ہوتی ہے۔ مومن تو وہی امر اختیار کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ مومن تو خدا کا بندہ ہوتا ہے۔ اسے کسی اور سے واسطہ ہی نہیں ہوتا۔ پھر آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب بندوں کے نوکر آقا کے سوا کسی اور کی بات نہیں مانتے۔ تو مومن اپنے خدا کا بندہ ہو کر کسی اور کی بات کس طرح مان سکتا ہے۔ اسی ضمن میں آپ بطور مثال فرمایا کرتے تھے۔ کہ ایک راجہ تھا۔ جس نے ایک دن

بینگن کا بھرتہ

کھا لیا۔ اور وہ اسے بہت ہی مزیدار معلوم ہؤا۔ دربار میں وہ بیٹھا ہؤا تھا۔ کہ اور باتوں کے دوران میں وہ کہنے لگا۔ بینگن کی طرف پہلے ہمارا کبھی خیال ہی نہیں گیا تھا۔ یہ تو بڑی مزیدار چیز ہے۔ میں نے اس کا بھرتہ کھایا۔ اور مجھے بہت ہی اچھا معلوم ہؤا۔ جب راجہ نے یہ بات کہی۔ تو ایک درباری کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ حضور بینگن کا کیا کہنا ہے۔ فلاں طبیب نے اس کے یہ فوائد لکھے ہیں۔ اور فلاں طبیب نے اس کے وہ فوائد لکھے ہیں۔ آخر ہر چیز کے کچھ فائدے ہوتے ہیں۔ اور کچھ نقصان۔ بینگن کے بھی طبیبوں نے بہت سے فائدے لکھے ہیں۔ اور بہت سے نقصان بھی لکھے ہیں۔ اسے چونکہ راجہ کے خیال کی تائید کرنا مقصود تھا۔ اس لئے اس نے صرف خوبیاں گننی شروع کر دیں۔ اور کہا۔ کہ حضور اس میں یہ بھی خوبی ہے۔ اور وہ بھی خوبی ہے۔ اور وہ بھی خوبی ہے۔ پھر کہنے لگا۔ حضور اسکی ظاہری شکل بھی تو ملاحظہ فرمایئے۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے کوئی صوفی (صوفیا عموماً سبز عمامہ پہنا کرتے تھے۔ اور جبہ ان کے جسم پر ہوتا تھا) گوشۂ تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہا ہو۔ راجہ نے چند دن بینگن کھانے میں خوب افراط سے کام لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ اسے بواسیر ہو گئی۔ پھر ایک دن جو اس نے دربار کیا۔ تو پھر بینگن کا ذکر چھیڑ دیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ ہم نے سمجھا تھا۔ بینگن کوئی اچھی چیز ہے۔ مگر معلوم ہؤا۔ کہ وہ بہت بُری چیز ہے۔ مجھے تو اس کے کھانے سے بواسیر ہو گئی ہے۔ یہ سنتے ہی وہی درباری اٹھا۔ اور کہنے لگا۔ حضور بینگن واقعہ میں نہایت بُری چیز ہے۔ فلاں طبیب نے اس نے اس کے یہ نقصانات لکھے ہیں۔ اور فلاں طبیب نے اس کے وہ نقصانات لکھے ہیں۔ غرض اس نے وہ تمام نقصانات گن دیئے۔ جو اطباء نے اس کے لکھے تھے۔ اور آخر میں کہنے لگا۔ حضور اس کی شکل بھی دیکھیں۔ کیسی منحوس ہے۔ یہ بیل میں لٹکا ہؤا بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے کسی چور کا ہاتھ منہ کالا کر کے پھانسی پر لٹکا دیا گیا ہو۔ کسی نے اسے کہا۔ کہ تھوڑے ہی دن ہوئے۔ ہمارے سامنے تُو نے اسکی خوب تعریف کی تھی۔ اور آج تو ہی اسکی مذمت کر رہا ہے۔ تو وہ کہنے لگا۔ میں راجہ کا نوکر ہوں۔ بینگن کا نوکر نہیں۔ تو انسانوں کی نوکری میں بھی بعض لوگ

اطاعت کو درجہ کمال تک

پہنچا دیتے ہیں۔ حالانکہ انسان بعض دفعہ جھوٹ بھی بول لیتا ہے۔ بعض دفعہ مبالغہ بھی کر لیتا ہے بعض دفعہ دوسرے کو گمراہ بھی کر دیتا ہے۔ مگر وہ خدا جس کی اطاعت میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اور جس نے کوئی حکم ایسا نہیں دیا۔ جو نقصان پہنچانے والا ہو۔ اس کے احکام کی اطاعت کا انسان وہ اہتمام نہیں کرتا۔ جو دنیوی ملازمتوں میں کرتا ہے۔ حالانکہ اصل وجود جس کی اطاعت میں کسی کو دریغ نہیں ہونا چاہیئے۔ وہ خدا کا ہی وجود ہے۔ باقی بندے تو جھوٹ بھی بول سکتے ہیں۔ فریب بھی کر سکتے ہیں۔ گمراہ بھی کر سکتے ہیں۔ اور صداقت سے بھی منحرف کر سکتے ہیں۔ مگر اللہ تعالےٰ کی ذات ایسی ہے۔ جو نہ جھوٹ بولتی ہے۔ نہ گمراہ کرتی ہے۔ نہ غلطی کھاتی ہے۔ اسلیئے خدا کے معاملہ میں اگر کوئی شخص وہی رنگ رکھتا ہے۔ جو اس نوکر نے اپنے آقا کے متعلق رکھا۔ تو وہ ضرور ہدایت پا جاتا ہے۔ تم خود ہی سوچ لو۔ جو شخص یہ کہہ دے۔ کہ جو کچھ قرآن کہے گا۔ وہی میں مانوں گا۔ وہ کس طرح گمراہ ہو سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص تھے۔ وہ تھے تو ان پڑھ مگر انہوں نے دس بارہ حج کئے ہوئے تھے۔ اس زمانہ میں حج کرنا بہت مشکل تھا۔ کیونکہ بعض علاقوں میں ریل گاڑی نہیں تھی۔ اور کئی جگہ پیدل جانا پڑتا تھا۔ وہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوست بھی تھے اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے بھی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب دعویٰ کیا۔ کہ حضرت مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں۔ اور اپنی مسیحیت کا بھی اعلان کیا۔ تو تمام ہندوستان میں ایک شور مچ گیا۔ ان دنوں لاہور میں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ جموں سے رخصت لے کر آئے ہوئے تھے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی بھی وہاں جا پہنچے۔ اور انہوں نے آپ کو مباحثہ کا چیلنج دے دیا۔ اور کہا۔ کہ صرف حدیثوں سے وفات مسیح کے مسئلہ پر بحث ہونی چاہیئے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ فرماتے۔ کہ حدیث حاکم نہیں۔ بلکہ قرآن حاکم ہے۔ پس ہمیں اس معاملہ میں قرآن کریم کی آیات سے فیصلہ کرنا چاہیئے۔ اس پر کئی دن بحث ہوتی رہی۔ اور ایک دوسرے کی طرف سے اشتہارات بھی نکلتے رہے۔ وہ چونکہ دونوں کے دوست تھے۔ اس لئے انہوں نے فیصلہ کیا۔ کہ اس جھگڑے کو نپٹانا چاہیئے۔ انہوں نے اپنے دل میں یہ سمجھا۔ کہ مرزا صاحب نیک آدمی ہیں۔ انہوں نے کوئی ایسی بات کہی ہوگی۔ جسے مولوی محمد حسین بٹالوی سمجھے نہیں۔ اور چونکہ ان کی طبیعت میں غصہ زیادہ ہے۔ اسلیئے وہ جوش میں آ کر مخالفت پر آمادہ ہو گئے ہوں گے۔ ورنہ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ مرزا صاحب قرآن کریم کے خلاف کوئی بات کہیں۔ اور ان پر کفر کے فتوے لگانے کی ضرورت پیش آ جائے۔ یہ مخالفت ضرور کسی غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ اور میرا فرض ہے۔ کہ میں اس کو دُور کروں۔ چنانچہ وہ بڑے جوش سے قادیان آئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے۔ میں نے سنا ہے۔ آپ کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ وہ کہنے لگے۔ میں تو سمجھتا تھا۔ آپ نے قرآن کے خلاف کوئی بات نہیں کہی ہوگی۔ اور مولوی محمد حسین بٹالوی یونہی کسی غلط فہمی کے ماتحت آپ کے دشمن ہو گئے ہیں۔ مگر اب معلوم ہؤا۔ کہ آپ نے واقعہ میں قرآن کے خلاف عقیدہ اختیار کر لیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ قرآن کے خلاف عقیدہ نہیں۔ بلکہ اس کے عین مطابق ہے۔ وہ کہنے لگے۔ اگر قرآن سے یہی ثابت ہو جائے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ تو کیا آپ اپنا یہ عقیدہ ترک کر دیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ کیوں نہیں۔ اگر قرآن سے یہ ثابت ہو جائے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ تو میں انہیں زندہ ماننے لگ جاؤں گا۔ انہوں نے کہا۔ میں پہلے ہی کہتا تھا۔ کہ مرزا صاحب بڑے نیک آدمی ہیں۔ وہ قرآن کے خلاف عمداً کوئی بات نہیں کہہ سکتے۔ انہیں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ اچھا آپ بتایئے۔ اگر میں قرآن کریم سے سو ایسی آیتیں نکال کر لے آؤں۔ جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت ہوتی ہو۔ تو کیا آپ مان لیں گے۔ وہ چونکہ مولویوں سے یہ سنا کرتے تھے۔ کہ سارا قرآن حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی حیات کے ذکر سے بھرا ہؤا ہے۔ اس لئے انہوں نے سمجھا۔ کہ سو آیتیں تو ایسی ضرور ہوں گی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جن سے ان کی زندگی ثابت ہوتی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمانے لگے۔ سو چھوڑ آپ ایک آیت ہی ایسی لے آئیں۔ تو میرے لئے وہی کافی ہے۔ اور میں حضرت مسیح کی وفات کا عقیدہ ترک کر دوں گا۔ وہ کہنے لگے۔ اچھا سَو نہ سہی۔ پچاس تو میں ضرور لے آؤنگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ میں تو کہہ چکا ہوں۔ کہ

ایک آیت بھی کافی ہے

سو پچاس کی شرط کی ضرورت ہی کیا ہے وہ کہنے لگے۔ اچھا تو دس آیتیں تو میں ضرور ہی لے آؤں گا۔ میں پہلے ہی کہتا تھا۔ کہ مرزا صاحب قرآن کے عاشق ہیں۔ وہ قرآن کے خلاف کوئی بات مان ہی نہیں سکتے۔ ضرور انہیں کوئی غلطی ہے۔ اب یہاں آکر میرے اس خیال کی تصدیق ہو گئی ہے۔ اچھا اب میں جاتا ہوں۔ اور دس آیتیں ایسی لکھوا کر آپ کے پاس لاتا ہوں۔ جن سے حضرت مسیح ناصری کی حیات ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ لاہور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے ملنے گئے۔ مولوی صاحب اس وقت مسجد میں بیٹھے ہوئے بڑے زور شور سے لافیں مار رہے تھے۔ کہ میں نے نور الدین رضؓ کو ایسی پٹخنیاں دیں۔ وہ حدیث کی طرف آتا ہی نہیں تھا۔ مگر میں نے اسے اس قدر پٹخنیاں دیں۔ کہ آخر وہ حدیث کی طرف آنے پر مجبور ہو گیا۔ دراصل بات یہ ہوئی۔ کہ لمبی بحث سے تنگ آکر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے یہ تسلیم کر لیا تھا۔ کہ اچھا قرآن کے علاوہ بخاری سے بھی تائیدی رنگ میں حدیثیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ پس اس پر وہ بے حد خوش تھے۔ اور بار بار کہتے تھے۔ کہ میں نے نور الدین رضؓ کو خوب پکڑا۔ اتفاق یہ ہوا۔ کہ ادھر وہ یہ باتیں کر رہے تھے۔ اور ادھر یہ حاجی صاحب جا نکلے اور کہنے لگے۔ بس اب اس بحث مباحثہ کو ایک طرف رکھیں۔ اور میری بات سُنیں۔ میں قادیان گیا تھا۔ اور میں حضرت مرزا صاحب کو منوا آیا ہوں۔ کہ اگر قرآن سے میں دس ایسی آیتیں نکال کر لے آؤں۔ جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی ثابت ہوتی ہو۔ تو وہ اپنے پہلے عقیدہ کو ترک کر دیں گے۔ بلکہ میں ان سے یہ بھی منوا آیا ہوں۔ کہ وہ لاہور کی شاہی مسجد میں آکر سب کے سامنے توبہ کریں گے۔ اور واقعہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا بھی اقرار کر لیا تھا۔ ان کا منشاء یہ تھا۔ کہ توبہ ایسی جگہ ہو۔ کہ سب کو معلوم ہو جائے۔ اور یہ فتنہ جو اٹھا ہوا ہے۔ دب جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ جہاں آپ کہیں۔ وہیں میں توبہ کرنے کے تیار ہوں۔ آپ پہلے دس آیتیں تو لے آئیں۔ غرض انہوں نے جاتے ہی کہا۔ کہ میں مرزا صاحب سے سب کچھ منوا کر آیا ہوں آپ اس جھگڑے کو چھوڑیئے۔ اور مجھے فوراً دس آیتیں لکھ دیجئے۔ تاکہ میں مرزا صاحب کو توبہ کرانے کے لئے یہاں لا سکوں۔ اس وقت چونکہ مولوی صاحب سخت جوش کی حالت میں اور بڑے فخر سے کہہ رہے تھے۔ کہ میں نے نور الدین رضؓ کو یوں پٹخنیاں دیں۔ میں نے اسے گردن سے اس طرح پکڑا۔ انہوں نے جب یہ بات سُنی۔ تو ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اور غصہ سے کہنے لگے۔ تجھ جاہل کو کس نے کہا تھا۔ کہ تو مرزا صاحب کے پاس جائے۔ میں دو مہینے سے جھگڑ جھگڑ کر نور الدین کو حدیث کی طرف لایا تھا۔ تو پھر بحث کو قرآن کی طرف لے گیا۔ وہ آدمی تھے نیک انہیں یہ فقرہ کھا ہی گیا۔ وہ سادگی سے یہ سمجھتے تھے۔ کہ قرآن سے حیات مسیح ثابت ہے۔ اور وہ اسی امید میں خیالی پلاؤ پکا رہے تھے۔ اور خیال کرتے تھے۔ کہ جہاں سارے ہندوستان کے مولوی ناکام رہے ہیں۔ وہاں میں ضرور کامیاب ہو جاؤنگا۔ اور مرزا صاحب سے توبہ کرواؤنگا۔ پس انہوں نے جونہی یہ فقرہ سنا۔ کہ میں دو مہینے بحث کر کر کے نور الدین رضؓ کو حدیث کی طرف لایا تھا۔ تو پھر بحث کو قرآن کی طرف لے گیا۔ تو وہ تھوڑی دیر تو حیرت اور استعجاب سے خاموش بیٹھے رہے۔ پھر اٹھے اور مولوی صاحب سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ اچھا مولوی صاحب

جدھر قرآن ادھر ہی ہم

اور یہ کہہ کر مجلس سے چلے گئے۔ اب انہوں نے نہ کوئی دلیل سُنی۔ نہ کوئی نشان دیکھا۔ نہ کوئی مباحثہ سُنا۔ صرف انہوں نے یہ فقرہ سُنا۔ اور سمجھ گئے۔ کہ قرآن مرزا صاحب کی تائید میں ہے۔ اور انہوں نے فیصلہ کر لیا۔ کہ جدھر قرآن ہے۔ ادھر ہی مجھے ہونا چاہیئے۔ چنانچہ انہوں نے قادیان آکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کی بیعت کر لی۔ تو حق یہ ہے۔ کہ جو شخص اس مقام پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ کہ بجائے اس کے کہ اپنے جذبات غیرت کا پاس کرے۔ وہ یہ فیصلہ کرے۔ کہ جدھر میرا خدا ہے۔ ادھر ہی میں ہوں گا۔ وہ کبھی ناکام نہیں ہو سکتا۔ وہ کبھی نامراد نہیں ہو سکتا۔ وہ کبھی شکست نہیں کھا سکتا۔ یہی وہ مقام ہے۔ جس کے بعد کوئی گمراہی نہیں۔ اور

یہی وہ مقام ہے

جس کے بعد ساری دنیا کے شیطان مل کر بھی اگر انسان کو گمراہ کرنا چاہیں۔ تو نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس نے ایک ایسے عروہ وثقیٰ کو پکڑ لیا ہے۔ جس کے لئے ٹوٹنا مقدر نہیں۔ وہ کھچا ہوا اپنے خدا کی طرف چلا جائے گا۔ پس جس شخص کے دل میں یہ ایمان ہو۔ کہ جدھر میرا خدا ہے ادھر میں ہوں۔ اسے شیطان نہ دوستوں کی محبت سے ورغلا سکتا ہے۔ نہ رشتہ داروں کی محبت سے ورغلا سکتا ہے۔ نہ علم سے ورغلا سکتا ہے۔ اور نہ کسی اور طریق سے ورغلا سکتا ہے۔ کیونکہ شیطان اسے یہ تو کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ دوستوں کی محبت کا تقاضا ہے۔ یہ رشتہ داروں کی محبت کا تقاضا ہے۔ یہ قومی غیرت کا تقاضا ہے۔ یہ اسلامی محبت کا تقاضا ہے۔ مگر وہ یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ یہ قرآن کا تقاضا ہے۔ وہ انسانی طبیعت کو سو طرح ابھار سکتا ہے۔ وہ لالچ دے سکتا ہے۔ وہ ڈراوے دے سکتا ہے۔ وہ جذبات برانگیختہ کر سکتا ہے۔ مگر وہ قرآن کی آیت اپنے پاس سے نہیں بنا سکتا۔ کیونکہ قرآن خدا کی کتاب ہے۔ اور وہی اس کا حافظ و ناصر ہے۔ پس جب کوئی شیطان قرآن کی آیت اپنے پاس سے نہیں بنا سکتا۔ تو وہ شخص جو یہ فیصلہ کر لے۔ کہ میں ادھر ہی ہوں گا۔ جدھر قرآن ہے۔ وہ گمراہ کس طرح ہو سکتا ہے۔

غرض جو شخص اس مقام پر کھڑا ہو جائے کہ جدھر خدا ہے۔ ادھر میں ہوں۔ جس کے دوسرے معنے یہ ہیں۔ کہ جدھر قرآن ہے۔ ادھر میں ہوں۔ وہ کبھی ٹھوکر نہیں کھا سکتا۔ کیونکہ انسانوں کے لئے خدا تعالیٰ کا کوئی حکم نہیں۔ جو قرآن سے باہر ہو۔ اور قرآن کا کوئی لفظ نہیں۔ جو خدا تعالیٰ سے باہر ہو۔ پس جدھر خدا ہے۔ ادھر قرآن ہے اور جدھر قرآن ہے۔ ادھر خدا ہے۔ اور وہ جس نے کہا۔ کہ جدھر خدا ہے ادھر میں ہوں۔ اس نے یہی کہا۔ کہ جدھر قرآن ہے۔ ادھر میں ہوں۔ اور جس نے کہا۔ کہ جدھر قرآن ہے۔ ادھر میں ہوں۔ اس نے یہی کہا۔ کہ جدھر خدا ہے۔ ادھر میں ہوں۔ اور ایسے شخص پر

شیطان کا کوئی حملہ کارگر نہیں ہو سکتا

وہ انسانی علم کی کمی کی وجہ سے عارضی طور پر دھوکہ کھا سکتا ہے۔ وہ عارضی طور پر کسی بات کو صحیح طور پر سمجھنے سے قاصر رہ سکتا ہے۔ مگر وہ فنا نہیں ہو سکتا۔ وہ گمراہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس نے خدا کو پکڑا ہوا ہے۔ اور جس نے خدا کو پکڑا ہوا ہو۔ وہ گمراہ نہیں ہو سکتا۔ اگر تمہارا ہاتھ تمہارے کسی دوست نے پکڑا ہوا ہو۔ اور وہ تیز رفتار ہو۔ اور تم سست رفتار۔ تو تم جھٹکے کھا سکتے ہو۔ تمہاری ٹانگیں ادھر ادھر ہو سکتی ہیں۔ تمہارا سر ادھر ادھر لڑھک سکتا ہے۔ مگر تم جاؤ گے وہیں جہاں تمہارا دوست جائے گا۔ اسی طرح وہ شخص جس نے اپنا ہاتھ خدا کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس کو جھٹکے بے شک لگیں۔ اس کا پیر بے شک پھسل جائے۔ مگر وہ جائے گا ادھر ہی جدھر خدا ہے۔ کیونکہ جس نے

خدا کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ

دے دیا۔ وہ کبھی گمراہ ہو کر غلط راستہ پر نہیں جا سکتا۔ پس یاد رکھو۔

ہماری جماعت کا اہم ترین مقصد

یہ ہے۔ کہ وہ اسلام اور احمدیت کو پھیلائے۔ وہ نیکی اور تقوےٰ اپنے اندر پیدا کرے۔ اور اسلامی نظام کی ترقی کے لئے انہی راستوں کو اختیار کرے۔ جو خدا نے اس کے لئے مقرر کئے ہیں۔

پس تم میں سے خواہ کوئی عالم ہو۔ یا جاہل۔ چھوٹے ہوں یا بڑے۔ اگر وہ جذبات کی رو میں بہہ جائیں گے۔ اگر وہ اس رستہ کو ترک کر دیں گے۔ جو ان کی ترقی کے لئے خدا نے مقرر کیا۔ تو وہ احمدیت کے دوست نہیں۔ بلکہ بدترین دشمن ہوں گے۔ مگر وہ جو اپنے جذبات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسی راستے کو اختیار کرتا ہے۔ جو خدا نے اسکی ترقی کے لئے مقرر کیا۔ وہ احمدیت کا خادم ہے۔ اور ایسے خادم کبھی ناکام نہیں ہوا کرتے۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی ایک اہم تصنیف کا نیا ایڈیشن

کتاب آئینہ صداقت مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا انگریزی ترجمہ بنام The split about the truth نایاب ہو چکا تھا۔ جسے دفتر تحریک جدید نے دوبارہ چھپوایا ہے۔ یہ کتاب آئینہ صداقت سے دوبارہ ترجمہ کر کے احباب کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ احباب کی سہولت کے لئے اصطلاحات کی تشریحات جو اسمیں استعمال ہوئی ہیں۔ کتاب کے اخیر میں لگا دی گئی ہیں۔ قرآنی آیات کے بلاک تیار کروائے گئے ہیں۔ کتاب کا کاغذ چکنا اور جلد جرمنی کپڑے کی مضبوط کرائی گئی ہے لیکن بایں ہمہ قیمت صرف ایک روپیہ چھ آنے رکھی گئی ہے یہ کتاب سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مولوی محمد علی صاحب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ثنائی مشن!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمر اور اخبار اہلحدیث

اخبار اہلحدیث ۱۸ اگست ۱۹۳۹ء میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے بعنوان "مرزا صاحب کی عمر کا الہام" ایک مضمون میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مطابق الہام الٰہی نہیں ہوئی۔ اور لکھا ہے۔

"ناظرین اہل علم جانتے ہیں۔ کہ محل استدلال میں ظن اور تخمین سے کام نہیں لیا جاتا۔ بلکہ یقینیات سے استدلال ہوتا ہے۔ مرزا صاحب چونکہ متکلم تھے۔ اور ان کی جماعت متکلمین (مناظرین) کی جماعت ہے۔ اس لئے ان کو بھی یقینیات سے کام لینا چاہیئے۔ تخمینی اور ظنی باتوں سے نہیں"۔

(اہلحدیث ۱۸ اگست صفحہ ۷)

مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ کہنے کو تو مولوی صاحب نے یہ بات کہہ دی۔ لیکن وہ خود اس کے عامل ثابت نہیں ہوئے۔ بلکہ کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون کے مصداق ٹھہرے ہیں۔ کیونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اپنے اس مقالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی "سن ہجری کے حساب سے چھیاسٹھ ۶۶ سال کی عمر" ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مولوی صاحب کے اس نتیجہ کا بطلان کرنے سے پہلے یہ امر واضح کر دینا ضروری ہے۔ کہ ایک طرف تو مولوی صاحب اہل علم جماعت احمدیہ کو یقینیات سے استدلال کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور اپنے زعم میں یقینیات سے استدلال کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمر ۶۶ سال ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ مولوی صاحب خود

اول۔ اپنی تفسیر مطبوعہ ۱۸۹۹ء میں حضرت کی عمر کے بارہ میں لکھ چکے ہیں۔ کہ "آئندہ کو آپ کے خاندان میں سے جو شخص ستر برس سے متجاوز ہو۔ جیسے خود بدولت بھی ہیں" (تفسیر ثنائی جلد ۲ صفحہ ۱۰۴ حاشیہ) چونکہ اس تحریر کے قریباً ۹ سال بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا۔

اس لئے مولوی صاحب بحساب شمسی ۷۰+۹=۷۹ اور بحساب قمری ۸۱ برس عمر تسلیم کر چکے ہیں۔

دوئم۔ پھر اخبار اہلحدیث ۳ مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۶ میں لکھتے ہیں۔ کہ "مرزا صاحب کہہ چکے ہیں۔ کہ میری موت عنقریب اسّی ۸۰ سال کی عمر کے کچھ نیچے اوپر ہے۔ جس کے سب زینے آپ غالباً طے کر چکے ہیں"۔

اس میں مولوی ثناء اللہ صاحب حضور کی عمر مطابق الہام الٰہی اسّی برس کے قریب ۱۹۰۷ء میں ہی وفات سے ایک برس قبل مان چکے ہیں۔

سوئم۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے قبل اپنے رسالہ "مرقع قادیانی" بابت ماہ فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۲ پر بڑا لمبا چوڑا حساب کر کے لکھتے ہیں:۔

"ثابت ہوا۔ کہ مرزا صاحب کی عمر آج کل پچھتر ۷۵ سال ہے"۔

چہارم۔ اس کے بعد اخبار اہلحدیث ۳۱ مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۳ کالم ۲ پر لکھتے ہیں۔ "خود مرزا صاحب کی عمر بقول اس کے پچھتر ۷۵ سال کی ہوئی"۔

غرضیکہ مولوی ثناء اللہ صاحب آج سے پیشتر بتکرار یقینیات سے استدلال کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر شمسی حساب سے "۷۹ سے متجاوز" "اسّی سال کے کچھ نیچے اوپر" "پچھتر سال" تسلیم کر چکے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرما چکے ہیں۔ "جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدہ کے متعلق ہیں۔ وہ تو چوہتر ۷۴ اور چھیاسی ۸۶ کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۷) اس لئے ۷۴ اور ۸۶ کے اندر حضرت مسیح موعودؑ کی عمر کا ثابت ہونا الہام الٰہی کے عین مطابق اور حضور کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا ثبوت ہے

اس جگہ یہ بھی لکھ دینا ضروری ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو اپنے الہام کی مندرجہ بالا تشریح فرمائی ہے۔ مگر مولوی ثناء اللہ صاحب اسکو نظر انداز کر کے لکھتے ہیں۔ کہ "اسکی تعیین انہوں نے بہ تفہیم الٰہی ۷۵ سے ۸۵ تک لکھی ہے"۔

پس آپ کا یہ لکھنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی "۶۶ سال کی عمر ہوتی ہے" "ولا ضلنہم" کی ڈیوٹی ادا کرنے کی غرض کے سوا اور کوئی مقصد ملحوظ نہیں۔ ورنہ ظاہر ہے۔ کہ جو شخص بارہا آپ کی عمر اتنی تسلیم کر چکا ہو۔ حساب لگا لگا کے لکھ چکا ہو۔ جو الہام الٰہی کے مطابق ہے۔ تو اب اس کا یہ استدلال "ظن اور تخمین سے" نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اگر مولوی ثناء اللہ صاحب کا موجودہ استدلال "یقینیات" سے ہے تو انہوں نے سابقہ مندرجہ بالا استدلالات میں کیوں "ظن اور تخمین" سے کام لیا؟ لیکن ہمارے مقابل پر آ کر وہ طریق جو اپنے لئے روا تھا۔ ہمارے لئے ناروا یا جو اپنے لئے ناروا تھا وہ ہمارے لئے روا کیوں قرار دینے لگے ہیں؟ پس مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا یہ طریق الٰہی وعید "کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون" کے نیچے ہے۔

اس کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب نے جس طریق سے استدلال کر کے ۶۶ برس عمر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کا ابطال کرنے میں مولوی صاحب کے استدلال کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ازالہ اوہام صفحہ $\frac{185}{186}$ طبع اول کے ان الفاظ پر ہے:۔

"اس عاجز نے اس طرف توجہ کی۔ کہ کیا اس حدیث کا جو الآیات بعد المائتین ہے ایک یہ بھی منشا ہے۔ کہ تیرھویں صدی کے اواخر میں مسیح موعود کا ظہور ہوگا۔ اور کیا اس حدیث کے مفہوم میں بھی یہ عاجز داخل ہے۔ تو مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام کے اعداد حروف کی طرف توجہ دلائی گئی۔ کہ دیکھ یہی مسیح ہے۔ کہ جو تیرھویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا۔ پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی۔ اور وہ یہ نام ہے۔ غلام احمد قادیانی ۱۳۰۰۔ اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ۱۳۰۰ ہیں"۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس عبارت سے الفاظ "تیرھویں صدی کے اواخر میں مسیح موعود کا ظہور ہوگا"۔ اور ۱۳۰۰ کے عدد اور نیز تریاق القلوب صفحہ ۶۸ کی عبارت "میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آ پہنچا" سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا سن ۱۳۰۰ سمجھا ہے۔ حالانکہ مولوی ثناء اللہ صاحب، جو حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے حافظ ہونے کا دعوےٰ کرتے رہتے ہیں۔ ان کو یہ معلوم ہونا چاہیئے تھا۔ کہ یہ امر حضور کی تحریرات کے صریح خلاف ہے۔ یعنی مولوی صاحب نے "صدی کا سر" سمجھنے میں سخت غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام صاف فرما چکے ہیں:۔

"چونکہ آخر صدی کا یا مثلاً آخر ہزار کا اس صدی یا ہزار کا سر کہلاتا ہے۔ جو اس کے بعد شروع ہونے والا ہوتا ہے۔ اور اس کے ساتھ پیوستہ ہے۔ اس لئے یہ محاورہ ہر ایک قوم کا ہے۔ کہ مثلاً وہ کسی صدی کے آخری حصے کو جس پر گویا صدی ختم ہونے کے حکم میں ہے۔ دوسری صدی پر جو اس کے بعد شروع ہونے والی ہے۔ اطلاق کر دیتے ہیں۔ مثلاً کہہ دیتے ہیں۔ کہ فلاں مجدد بارھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوا تھا۔ گو وہ گیارھویں صدی کے اخیر پر ظاہر ہوا ہو۔ یعنی گیارھویں صدی کے چند سال رہتے اس نے ظہور کیا ہو"۔ (تحفہ گولڑویہ بار دوم حاشیہ صفحہ ۱۵۱)

غرض تریاق القلوب وغیرہ کی پیش کردہ عبارت میں صدی کے سر پر پیدا ہونے صدی کے اواخر میں ظاہر ہونے سے مراد آپ کا صدی کے سر پر مبعوث ہونا ہے۔

چنانچہ اسکی مزید توضیح ایک دوسری جگہ سے بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"اس پیشگوئی میں مسیح موعود کی خبر ہے۔ جو آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا۔ سو دانیال نبی نے اس کا یہ نشان دیا ہے۔ کہ اس وقت سے جو یہود اپنی رسم قربانی سوختنی کو چھوڑ دیں گے۔ اور بد چلنیوں میں مبتلا ہو جائینگے۔ **ایک ہزار دو سو نوّے ۱۲۹۰ سال ہوں گے جب مسیح موعود ظاہر ہوگا۔** سو اس عاجز کے ظہور کا یہی وقت تھا۔ کیونکہ میری کتاب براہین احمدیہ صرف چند سال بعد میرے مامور اور مبعوث ہونے کے چھپ کر شائع ہوئی ہے۔ اور یہ عجیب امر ہے۔ اور میں اسکو خدا تعالےٰ کا ایک نشان سمجھتا ہوں۔ کہ ٹھیک ۱۲۹۰ ہجری میں خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ و مخاطبہ پا چکا تھا"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۹-۲۰۰)

یہ عبارت بتاتی ہے۔ کہ ظہور وغیرہ سے

پیغامی مشن!

جناب مولوی محمد علی صاحب کے خاتم النبیین کے بیان کردہ معنی اور اس کے محظورات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مراد بعثت و ماموریت ہے۔ بلکہ اس کے علاوہ اس حوالہ نے آپ کی بعثت کے سن کی بھی وضاحت کردی ہے۔ یعنی ۱۲۹۰ھ جس کے لئے مولوی ثناء اللہ صاحب بڑی تگ و دو کر رہے تھے۔ سو حضور کی بعثت کا سن ۱۲۹۰ھ معین طور پر معلوم ہونے کے بعد ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہی تحریرات سے یہ امر بھی معلوم کرتے ہیں۔ کہ بعثت کے وقت حضور کی عمر کتنی تھی اور اس صورت میں ہمیں آپ کی عمر صحیح طور پر معلوم کرنا بالکل آسان ہوگا۔ سو اس بارہ میں حضور فرماتے ہیں:۔

(الف) "ولما بلغت اشد عمری و بلغت اربعین سنة جاءتنی نسیم الوحی بریا عنایات ربی لیزید معرفتی ویقینی ویرتفع حجبی واکون من المستیقنین" (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۴۸)

(ب) "جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خدا تعالےٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا"۔ (تریاق القلوب ص ۶۸ بار اول)

(ج) "سو تھا برس چالیس کا میں اس مسافر خانہ میں جبکہ میں نے وحی ربانی سے پایا افتخار" (براہین حصہ پنجم ص ۱۰۵)

غرض ماموریت کے وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی۔ اور بعثت کا سنہ ۱۲۹۰ھ اور وفات کا سنہ ۱۳۲۶ھ ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمر یقینیات سے بھی استدلال کرتے ہوئے چھہتر سال بنتی ہے۔ جو عین پیشگوئی کے مطابق ہے۔ فالحمد للہ۔

خاکسار سید احمد علی سیالکوٹی مولوی فاضل از قادیان۔

مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبایعین ۱۹۱۴ء تک تو آیت خاتم النبیین کے معنے وہی کرتے رہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امتی نبی کی آمد کے قائل رہے۔ مگر جونہی ۱۹۱۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح اول مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد دیکھا کہ اب من مانی کارروائیاں نہ ہو سکیں گی۔ اور ان کے دلی ارادوں کے پورا ہونے کی بھی آرزو نہ رہی۔ تو انہوں نے مسئلہ اجرائے نبوت بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے مرکز سے کٹ کر چلے جانے کا بہانہ بنایا۔ اور آخر وہی مولوی محمد علی صاحب جو یہ لکھتے تھے۔ کہ

"یہی وہ آخری زمانہ ہے۔ جس میں موعود نبی کا نزول مقدر تھا"۔ (ریویو مارچ ۱۹۰۷ء ص ۸۳)

وہ خلافت ثانیہ سے برگشتہ ہوئے۔ تو "خاتم النبیین" کے معنے بھی یوں کرنے لگ گئے۔ کہ "آپؐ آخری نبی ہیں۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں"۔

ہم اہل پیغام سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں۔ کہ اگر لفظ "خاتم النبیین" کے مندرجہ بالا معنے درست اور صحیح ہیں۔ تو کیا وہ ذیل کی عبارات کے نتائج کو بھی قبول کرنے کے لئے تیار رہوں گے۔ اگر نہیں۔ تو کیوں؟

(۱) ۲۶ دسمبر ۱۹۰۸ء کو جلسہ سالانہ قادیان کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے لا إله الا الله محمد رسول الله پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جامع جمیع کمالات جن کی نسبت میرا اعتقاد ہے۔ خاتم الرسل۔ خاتم الحکام۔ خاتم النبیین۔ خاتم الاولیاء۔ خاتم الانسان ہیں"۔ رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۹۰۸ء ص ۴۳۔

کیا مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ہمخیال جو "خاتم النبیین" کے معنے یہ کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ "آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں"۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ کے اس ارشاد کے بعد بھی کسی کو حاکم۔ ولی اور انسان سمجھتے ہیں یا نہیں؟ کیونکہ ان کے بیان کردہ معنوں کی رو سے اس ارشاد کا بھی مطلب یہ بنے گا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری رسول۔ حاکم۔ نبی۔ ولی۔ اور انسان ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی شخص اگر نبی اور رسول نہیں ہو سکتا۔ تو دنیا میں اہل پیغام اور ان کے امیر کو کسی حاکم۔ ولی بلکہ انسان کا وجود بھی تسلیم نہیں ہونا چاہیئے۔ مگر کیا وہ اس کے ماننے کے لئے تیار ہیں؟ اگر نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ ان کے امیر کے "خاتم النبیین" کے پیش کردہ معانی بھی سراسر باطل ہیں۔

---

(۲) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی متعدد تصانیف میں اپنے آپ کو "خاتم الخلفاء" قرار دیا ہے۔ مثلاً نزول المسیح ص ۴۸-۹۰۔ کشتی نوح ص ۱۶۔ خطبہ الہامیہ حاشیہ ص ۱۸۹۔ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم حاشیہ ص ۹۸۔ الہدیٰ ص ۵ وغیرہ وغیرہ

پس مولوی محمد علی صاحب کے خاتم النبیین کے پیش کردہ معنوں کی رو سے خاتم الخلفاء کے معنی یہ ہوئے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آخری خلیفہ ہیں۔ آپؑ کے بعد کوئی خلیفہ نہیں"۔ لیکن حیرت ہے۔ کہ جلسہ سالانہ ۱۹۰۸ء کی مذکورہ بالا رپورٹ میں خود مولوی محمد علی صاحب بحیثیت سکرٹری "تمہیدی نوٹ" لکھتے ہوئے صفحہ ب و د پر حضرت مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ کو "خلیفۃ المسیح" مان رہے ہیں۔

پس اہل پیغام بتائیں۔ کہ اگر "خاتم الخلفاء" کے بعد دوسرا شخص خلیفہ ہو سکتا ہے۔ تو "خاتم النبیین" کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کیوں نبی تسلیم نہیں کیا جا سکتا؟

---

(۳) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اربعین ۲ صفحہ ۱۰ پر "آنے والے مصلح کے لئے جو خاتم المصلحین ہے" فرما کر اپنے آپ کو "خاتم المصلحین" ٹھہراتے ہیں۔ اور جناب مولوی محمد علی صاحب کے معنوں کی رو سے ان الفاظ کا مطلب یہ بنتا ہے۔ کہ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام آخری مصلح ہیں۔ آپ کے بعد کوئی مصلح نہیں"۔

مگر کتنے تعجب کی بات ہے۔ کہ یہ معنے بیان کرنے والے مولوی محمد علی صاحب خود ہی اپنے ایک رسالہ المصلح الموعود مطبوعہ ۱۹۱۴ء کے صفحہ ۴۲ پر یہ اعتقاد بیان فرما چکے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی ایک شخص "مصلح موعود کبھی آئندہ نسلوں میں پیدا ہوگا"۔ حالانکہ ظاہر ہے۔ کہ جب "خاتم النبیین" کی وجہ سے اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ تو "خاتم المصلحین" کے بعد اور کوئی مصلح کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے پس اس سے بھی ثابت ہوا۔ کہ امیر غیر مبایعین کے پیش کردہ خاتم النبیین کے معنی قطعاً درست نہیں۔

---

(۴) ایسا ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نومبر ۱۸۹۹ء کی اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں۔ کہ

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم المؤمنین۔ خاتم العارفین۔ خاتم النبیین ہیں"۔ (ملفوظات حضرت مسیح موعود جلد اول ص ۳۲۷)

مولوی محمد علی صاحب کے مندرجہ بالا خاتم النبیین کے معنوں کی رو سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس عبارت سے یہ نتیجہ نکلے گا۔ کہ امت محمدیہ میں اگر کوئی نبی نہیں۔ تو پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی عارف اور مومن بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ (العیاذ باللہ)

پس ان چند گزارشات کو پیش کرتے ہوئے ہم اہل پیغام کے ہر فرد سے یہ عرض کرتے ہیں۔ کہ ان کے امیر کے بیان کردہ معانی خاتم النبیین نہ صرف یہ کہ درست ہی نہیں۔ بلکہ ان معنوں کو تسلیم کرنے سے نہایت خطرناک راہ پر قدم مارنا پڑے گا۔ اور آخر ان کو یہ کہنا پڑے گا۔ کہ معاذ اللہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت قدسیہ اور فیضان جاریہ اور قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے سے اگر کوئی نبی رسول نہیں ہو سکتا۔ تو امت محمدیہ میں کوئی ولی۔ عارف۔ خلیفہ بلکہ مومن تک بھی نہیں بن سکتا۔ اور یہیں تک ہی بس نہیں۔ بلکہ اہل پیغام کو یہ بھی کہنا پڑے گا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دنیا میں کوئی "انسان" بھی نہیں۔

ہاں اگر وہ اس سے کامل انسان۔ کامل خلیفہ کامل مومن۔ کامل عارف۔ کامل نبی۔ کامل رسول یا افضل انسان اور افضل النبیین مراد لیں۔ تو یہی وہ مفہوم اور مطلب ہے۔ جسے ہم بار بار پیش کرتے ہیں۔ مگر ہمارے لاہوری بھائی اس طرف کان نہیں دھرتے۔ امید ہے کہ ہمارے بھائی ہماری ان معروضات پر ٹھنڈے دل سے توجہ فرمائیں گے۔

خاکسار سید احمد علی سیالکوٹی مولوی فاضل قادیان)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہفتہ بھر کی جنگ کی خبریں

—— اس ہفتہ جنگ میں نمایاں شدت و سرگرمی پیدا ہو گئی ہے۔ مشرقی محاذ پر جرمن فوجوں کا زور کم ہو گیا۔ مغربی محاذ پر انہیں متعدد شکستیں ہوئیں۔ وارسا کو جرمن تاحال فتح نہیں کر سکے۔

—— لندن۔ ۱۳ ستمبر۔ سویٹ روس کا ایک پیغام مظہر ہے۔ کہ شمال میں جو جرمن فوجیں مصروف جنگ ہیں۔ ان کے پاس سامان رسد ختم ہو گیا ہے۔

—— لندن ۱۳ ستمبر۔ پولینڈ کی اطلاعات سے پایا جاتا ہے۔ کہ جرمنوں نے اب وارسا پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ اب وہ پولوں کے مین ڈیفنس لائن پر یورش کرنا چاہتے ہیں۔

—— جرمنی کی سرکاری خبر رساں ایجنسی کا بیان ہے۔ کہ پولینڈ کے اکثر محاذوں پر خرابی موسم کی وجہ سے جرمن فوجوں کی پیش قدمیوں میں رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے۔

—— لندن ۱۴ ستمبر۔ جرمن ہائی کمانڈر نے اعلان کیا ہے۔ کہ آئندہ جرمن طیارے دیہات اور کھلے شہروں پر بھی بمباری کیا کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے نہایت وحشیانہ طریق پر ایسا کرنا شروع کر دیا ہے۔

—— لندن۔ ۱۳ ستمبر۔ جرمن ہائی کمانڈر کے مذکورہ بالا اعلان کے جواب میں حکومت برطانیہ نے اعلان کیا ہے۔ کہ اگر دشمن نے شہروں اور شہریوں پر بلا امتیاز بمباری کی۔ تو برطانوی طیارے بھی اس قسم کی کارروائی میں آزاد ہونگے۔

—— پیرس ۱۳ ستمبر۔ ایک جرمن افسر نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔ کہ برطانیہ کی طرف سے بحری ناکہ بندی سے جرمنی کی حالت خراب ہو رہی ہے۔

—— لندن ۱۴ ستمبر۔ ایک اور تجارتی برطانوی جہاز ڈبو دیا گیا۔ عملہ جہاز کے ۱۲۵ افراد بچا لئے گئے۔

—— ایک نیم سرکاری اطلاع ہے۔ کہ فرانسیسی فوجیں آہن پوش کاروں اور بھاری توپخانوں کے ہمراہ کامیابی کے ساتھ پیشقدمی کرتی ہوئی سار بروکن سے صرف ۱/۲ ۱ میل کے فاصلے پر رہ گئی ہیں۔ سار بروکن پر قبضہ ہو جانے کی قوی امید ہے۔

—— تازہ اطلاعات مظہر ہیں۔ پولوں نے کئی مفتوحہ شہر جرمنوں سے واپس لے لئے ہیں۔

—— لندن ۱۳ ستمبر۔ گذشتہ چوبیس گھنٹوں میں جرمن طیاروں نے وارسا پر وسیع وحشیانہ بمباری کی۔ جس سے غیر معمولی نقصان ہوا۔ کئی تاریخی یادگاریں تباہ ہو گئیں۔

—— پیرس۔ ۱۳ ستمبر۔ معلوم ہوا ہے۔ جرمن فوج کی ستسلواک پلٹن نے پولوں کے خلاف لڑنے سے انکار کر دیا۔ دی آنا (آسٹریا) میں بھی جرمنوں کے خلاف بغاوت کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں۔

—— انقرہ ۱۴ ستمبر۔ کل یہاں ترکی پارلیمنٹ میں ڈاکٹر توفیق سیدادم نے اعلان کیا۔ کہ حکومت ترکیہ فرانس اور برطانیہ کے ساتھ ایک دوسرے کی مدد کرنے سے متعلق معاہدہ کی تکمیل کے لئے فوری اقدامات عمل میں لا رہی ہے۔

—— لندن ۱۳ ستمبر۔ آج وارسا کے میئر نے ایک اعلان نشر کیا۔ جس میں انہوں نے کہا۔ کہ شہر کے دروازوں پر دشمن کا جواب دیا جائیگا۔ اور اسی مقام سے جنگ کا رخ تبدیل اور دشمن کا منہ پھیر دیا جائے گا۔

—— پولوں کا دعوےٰ ہے۔ کہ وارسا کے شمال میں پولش فوج نے جرمنوں کے دو ڈویژنوں کو شکست فاش دی۔ اور کثیر تعداد میں اسلحہ ہاتھ لگنے کے علاوہ ایک ہزار جرمنوں کو انہوں نے اسیر کر لیا۔

جرمن کے خلاف اعلان جنگ کس کس نے کیا

پولینڈ۔ برطانیہ۔ فرانس۔ کینیڈا۔ نیوزی لینڈ آسٹریلیا۔ مصر۔ عراق۔ سعودی عرب جنوبی افریقہ۔ شام۔ مراکش۔ ہندوستان۔

اس وقت بظاہر غیر جانبدار کون ہیں

(۱) امریکہ (۲) روس (۳) جاپان (۴) فن لینڈ (۵) بلجیم (۶) بلغاریہ (۷) سوئٹزرلینڈ (۸) پرتگال (۹) ڈنمارک۔ (۱۰) ہالینڈ (۱۱) لیتھونیا (۱۲) لٹویا۔ (۱۳) رسوئیا (۱۴) سویڈن (۱۵) ناروے (۱۶) آئرلینڈ (۱۷) رومانیہ (۱۸) افغانستان

—— برلن کی ایک اطلاع یہ مظہر ہے۔ کہ فیلڈ مارشل گوئرنگ نے ایک تقریر میں وزیر اعظم برطانیہ سے مخاطب ہو کر کہا ہے۔ کہ جرمن صلح کرنے کے لئے تیار ہے۔ مگر معاہدہ وارسائی کا اعادہ نہ کیا جائے گا۔

—— ہٹلر کا خیال ہے۔ کہ وہ جلد ہی پولینڈ کو فتح کر کے جنگ کو صرف مشرقی یورپ میں محدود کریگا۔ اور اس کے بعد صلح کرے گا۔ مگر فرانس اور برطانیہ نے اسکی اس پالیسی کو ٹھکرا دیا ہے۔ بلکہ انہوں نے صاف لفظوں میں کہہ دیا ہے۔ کہ پولینڈ کے نقصان پر کسی قسم کی صلح نہیں ہو سکتی۔

—— وزارت پروپیگنڈا کا بیان ہے۔ بڑے بڑے سمندروں میں جرمنی جہازوں کا نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ جرمنی کے پاس اب سوائے بحیرۂ بالٹک کے راستہ کے کسی اور سمندری راستہ سے اسلحہ درآمد کرانے کی صورت نہیں رہی۔ کیونکہ باقی راستوں میں ناکہ بندی مکمل کر دی گئی ہے۔ یہ بھی ایک اطلاع ہے۔ کہ جرمنی کے بہت سے ریٹائرڈ جرنیل اس جنگ کے خلاف ہیں۔ اور ان کی قطعی رائے ہے۔ کہ جرمنی کو شکست ہو گی۔ بلکہ بعض موجودہ جرنیل بھی اسی قسم کے بتائے جاتے ہیں۔ جنہیں ہٹلر کی تجاویز سے قطعاً اتفاق نہیں۔

—— پولش سلیشیا میں پولوں نے غنیم کا جو ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اس کے متعلق غیر جانبدار فوجی ماہرین کا خیال ہے۔ کہ پولش فوجوں نے یہ شاندار پسپائی اختیار کرنے میں حد سے زیادہ فوجی تدبیر اور جنگی دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ پولوں کا دعوےٰ ہے۔ کہ انہوں نے اب تک جرمنی کے دس ہزار آدمی مار دیئے ہیں۔ وارسا کے مشرق میں عظیم الشان جنگ کے لئے اہل پولینڈ تیاری کر رہے ہیں۔

—— برلن ۱۵ ستمبر۔ جرمن نیوز ایجنسی رقمطراز ہے۔ کہ مفتوحہ علاقہ سے بہت سے جرمنوں کو پول پولینڈ کے اندرونی علاقہ میں لے گئے تھے۔ ریشناغ نے سویڈن کے سفیر کی وساطت سے پولینڈ سے درخواست کی۔ کہ ہم پول قیدیوں کو رہا کر دیتے ہیں۔ تم جرمن قیدیوں کو رہا کر دو۔ لیکن پولینڈ والوں نے جرمنی کی یہ درخواست نامنظور کر دی ہے۔

—— برلن ۱۶ ستمبر۔ جرمنی کے ایک سرکاری اعلان میں اس امر کا اعتراف کیا گیا ہے۔ کہ جرمن فوجوں کو کٹنو میں رکنا پڑ گیا ہے۔ اس شہر میں لڑائی بڑے زور شور سے ہو رہی ہے۔

—— کوپن ہیگن۔ ۱۴ ستمبر۔ جرمنی کی یہ کوشش ہے۔ کہ جس قدر جلدی ہو سکے۔ پولینڈ کا خاتمہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جرمنوں کی طرف سے پمفلٹوں وغیرہ کے ذریعہ اہل پولینڈ کو کہا جا رہا ہے۔ کہ وہ ہتھیار ڈال دیں۔ ورنہ سب کو تباہ کر دیا جائیگا۔

—— پیرس ۱۵ ستمبر۔ جرمنی سے آنے والے باشندوں نے بیان دیا ہے۔ کہ جرمنی میں درختوں اور دیواروں پر یہ اشتہارات چسپاں پائے گئے ہیں۔ کہ ہم ہٹلر ایسے بد معاش۔ وعدہ خلاف۔ آوارہ اور اخلاق باختہ شخص پر قیصر کو کروڑ درجہ بہتر سمجھتے ہیں۔

—— پیرس ۱۶ ستمبر۔ وارسا سے ایک ریڈیو پر آمدہ پیغام مظہر ہے۔ کہ پولش ہوائی جہازوں نے پرنان کے مقام پر جرمنی کے ہوائی طاس پر حملہ کیا۔ وارسا پر حملہ کرنے والے ہوائی جہاز اسی طاس سے آئے تھے۔ پولش جہازوں کی بمباری کی وجہ سے طاس بالکل تباہ ہو گیا ہے۔ اور جرمنی کے ایئر فورس کی سرگرمیاں کمزور ہو گئی ہیں۔

—— لکسمبرگ۔ ۱۵ ستمبر۔ آج سارا دن لکسمبرگ کی سرحد کے قریب گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ چونکہ فرانسیسی فوجیں آگے بڑھ رہی ہیں۔ اس لئے جرمنوں نے دریائے موسلٰی کے پل کو اڑا دیا۔ چونکہ فرانسیسی افواج آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھیں۔ اسلیئے جرمن افواج قصبہ پرل چھوڑنے پر مجبور ہو گئیں۔ جرمنوں کو اتنا بھی موقعہ نہ ملا۔ کہ قصبہ چھوڑنے سے قبل ریلوے کا پل اڑا سکیں۔

—— لنڈن۔ ۱۵ ستمبر۔ فرانسیسی فوجیں جرمن علاقے میں بے روک ٹوک پیش قدمی کر رہی ہیں۔ گو جرمن توپیں فرانسیسی فوجوں کو پیچھے ہٹانے کے لئے شدید گولہ باری کر رہی ہیں۔ مگر فرانسیسیوں کی پیش قدمی جاری ہے۔ فرانسیسی طیاروں نے جرمنی کی سیگفرید لائن کی مکمل تصاویر حاصل کر لی

"لوگ اولاد کے لئے تڑپتے ہیں۔ کہ شاید ان سے نیک نام باقی رہے۔ مگر اولاد کی نیکی کا کون ذمہ وار ہو سکتا ہے۔ مگر تحریک جدید کا حصہ نیک نام قائم رہنے کی بفضلہ تعالےٰ ضمانت ہے۔ کیا تعجب جو اس ذریعہ سے اپنی نیکی کو قائم رکھنے کی کوشش کرے۔ خدا تعالیٰ اسکی اولاد کو بھی نیکی کا قائم کرنے والا بنا دے"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیں۔ مزید معلوم ہوا ہے۔ کہ فرانسیسی افواج جرمنی کے ۵۰۰ مربع میل علاقہ پر قبضہ کر چکی ہیں آج پیرس میں سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ جرمن توپوں کی شدید گولہ باری اور غنیم کی فوجوں کی مزاحمت شدید کے باوجود فرانسیسی افواج آگے بڑھ رہی ہیں۔ ایک اطالوی اخبار کے نمائندے نے بتایا ہے۔ کہ جرمنی کا صنعتی شہر سار بروکن اس وقت خطرہ میں ہے۔ ایک اور اطلاع ہے۔ کہ سار بروکن کے نزدیک بہت سے جرمن طیاروں کو نیچے گرا لیا گیا ہے۔

مغربی محاذ پر فرانسیسیوں کے دباؤ کا یہ نتیجہ نکلا ہے۔ کہ جرمنی کے جنگی ہوائی جہازوں کو پولینڈ سے واپس بلا لیا گیا ہے۔

—— لنڈن ۱۵ ستمبر۔ بنک آف پولینڈ نے اپنا سارا سونا رومانیہ بھیج دیا ہے۔ اب پولینڈ پر ہر طرف سے سخت حملہ ہو رہا ہے۔ ایک اور اطلاع ہے۔ کہ پولینڈ کی حالت لحظہ بلحظہ زیادہ نازک ہو رہی ہے۔ وہ تمام حلقے جو پہلے پُرامید تھے۔ اب مایوس ہو رہے ہیں۔ جرمن افواج تین طرف سے بہت بڑا گھیرا بنا کر آگے بڑھ رہی ہیں۔

وارسا پر اس قدر شدید بمباری ہوئی ہے۔ کہ اسکی نظیر شاید عہد حاضرہ کی تاریخ میں نہ مل سکے۔ شہر کی اینٹ سے اینٹ بج گئی ہے۔ چھ چھ منزلہ مکانات پیوند خاک ہو گئے ہیں۔

—— پیرس ۱۵ ستمبر۔ وارسا سے ۵۸ میل کے فاصلہ پر مشرق میں ایک شہر سیڈلس کو بالکل تباہ کر دیا گیا۔ اور لبلن کو آگ لگا دی گئی ہے۔ ہوائی جہازوں سے بذریعہ پیراشوٹ اترنے والوں نے ایک دس سالہ گڈریا لڑکی کو قتل کر دیا۔ کیونکہ اس نے انہیں اس طرح اترتے دیکھ لیا تھا۔

—— لنڈن۔ ۱۶ ستمبر۔ وارسا سے پولش گورنمنٹ نے جو اعلان براڈکاسٹ کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شمال مشرق میں جرمنوں کا حملہ روک لیا گیا ہے۔ اب جرمن بیلی سٹاک اور برلسیٹ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ جہاں ان کی شدید مزاحمت ہو رہی ہے۔ وارسا میں پول فوج نہایت جرأت سے شہر کو بچا رہی ہے۔ جنوب کی طرف سے لوز اور سکاٹر نوائس میں گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے۔ اور پول دشمن کا بہت نقصان کر رہے ہیں۔

—— لنڈن ۱۵ ستمبر معلوم ہوا ہے۔ اٹلی اور روس کے مابین ایک دوسرے پر حملہ نہ کرنے کے متعلق جس معاہدہ کی گفتگو ہو رہی تھی۔ وہ ختم ہو گئی ہے۔ روس نے اٹلی سے کہا تھا۔ کہ جزائر ڈوڈیکا نیز ترکی کو واپس کر دیئے جائیں۔ اور جس قسم کا معاہدہ روس اور اٹلی میں طے پائے گا۔ ایسا ہی معاہدہ اٹلی کو ترکی سے کرنا پڑے گا۔ لیکن اٹلی نے یہ ماننے سے انکار کر دیا ہے۔

پولینڈ پر روس کا حملہ

پولینڈ پر جرمنی کی یورش ہی کوئی کم مصیبت نہ تھی۔ کہ ستم بالائے ستم یہ ہوا۔ کہ ۱۷ ستمبر کی صبح کو چھ بجے روس کی سرخ فوج نے اس پر ہلہ بول دیا۔ کئی دنوں سے روسی افواج کی پولش سرحد پر اجتماع کی خبریں آ رہی تھیں اور دنیا منتظر تھی۔ کہ کیا گل کھلتا ہے۔ اس حملہ سے قبل حکومت روس کی طرف سے پولش سفیر مقیم ماسکو کو ایک نوٹ دیا گیا۔ جس پر روسی وزیر اعظم کے دستخط تھے۔ اور اس میں لکھا تھا۔ کہ چونکہ دس روز کے اندر اندر ہی پولینڈ اپنے تمام اہم صنعتی اور ثقافتی مراکز کھو بیٹھا ہے۔ اور اسکی حکومت کا کچھ پتہ ہی نہیں۔ کہ کہاں ہے۔ اس ملک کے رہنے والوں کی جان و مال کا کوئی نگران و ذمہ وار نہیں۔ اور اس کی یہ صورت روس کے لئے سخت خطرات کا پیش خیمہ ہے۔ پولینڈ کے غلط کار اور گمراہ لیڈروں نے خواہ مخواہ اس کو لڑائی میں پھنسا دیا ہے۔ اس لئے سرخ افواج کے افسر اعلےٰ کو ہدایت کر دی گئی ہے۔ کہ یوکرینیس اور سفید روسی اقلیت کی حفاظت کے لئے نیز پولینڈ میں قیام امن کے لئے وہ اس ملک میں داخل ہو جائے۔ چنانچہ روسی افواج نے پولینڈ کی ساری مشرقی سرحد سے یورش کر دی ہے۔ حکومت روس نے اس نوٹ کی کاپیاں تمام غیر ملکی سفرار کو بھی دے دیں۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ پولش سفیر مقیم ماسکو نے اس نوٹ کو لینے سے انکار کر دیا۔ لیکن اس کے مضمون سے اپنی حکومت کو آگاہ کر دیا۔

روسی وزیر اعظم موسیو مولوٹوف نے ایک تقریر براڈکاسٹ کی۔ جس میں حملہ کی متذکرۃ الصدر وجوہ بیان کرتے ہوئے کہا۔ کہ اس کارروائی سے روس کی غیر جانبداری پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس کے باوجود وہ تمام بڑی بڑی لڑائیوں سے بدستور الگ رہے گا۔

۱۷ ستمبر کی خبر ہے۔ کہ پولش سفیر نے ایک اعلان جاری کیا ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ یہ بات بالکل بے بنیاد ہے۔ کہ پول گورنمنٹ کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ یا اس میں کوئی سکت باقی نہیں رہی۔ وارسا میں گورنمنٹ باقاعدہ موجود ہے۔ صدر وہیں موجود ہے۔ اور تمام ملک میں اس کے احکام کی تعمیل کی جاتی ہے۔

—— لنڈن ۱۷ ستمبر۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ جب تک برطانوی گورنمنٹ کے پاس ساری تفصیلات نہیں پہنچ جاتیں۔ اس وقت تک روس کی پولینڈ پر فوج کشی کے متعلق وہ کسی قسم کی رائے زنی کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اس سلسلہ میں آج لارڈ ہیلی فیکس نے وزیر اعظم سے ملاقات بھی کی۔ نیز کیبنٹ کا اجلاس بھی ہوا۔ برطانوی حکومت کو یہ معلوم نہیں ہے۔ کہ اس وقت پولش گورنمنٹ کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے۔ حالات اس قدر سرعت سے تبدیل ہو رہے ہیں۔ کہ سیاسی حلقے قطعی رائے قائم کرنے سے قاصر ہیں۔ سیاسی حلقوں کی رائے ہے۔ کہ پولینڈ پر روسی حملہ کی وجہ سے اب رومانیہ غیر جانبدار نہیں رہ سکے گا۔

—— کوپن ہیگن ۱۶ ستمبر۔ جرمنی کی اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ موجودہ جنگ میں صلح ہونے کا کوئی قریبی امکان نہیں ہے۔ جرمن پولوں کو جلد تر ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ تاکہ وہ اپنی ساری طاقت مغربی محاذ پر جمع کر سکیں۔ جہاں پر کہ انہیں سخت مشکل کا سامنا ہو رہا ہے۔ جرمنی میں خوراک پر اس قدر سخت پابندیاں ہیں۔ کہ کتوں اور بلیوں کی خوراک بالکل کم کر دی گئی ہے۔

—— پیرس ۱۷ ستمبر۔ مغربی محاذ کے متعلق حکومت فرانس کا تازہ ترین اعلان مظہر ہے۔ کہ پولینڈ سے جرمن فوجوں کے دستے اور ہوائی جہازوں کے مغربی محاذ پر پہنچنے کی تصدیق ہو گئی ہے۔ کل دشمن نے دو مقامات پر جوابی حملے کئے۔ لیکن فرانسیسی فوجوں نے انہیں ناکام کرنے کے علاوہ اپنی پوزیشن اور بھی مضبوط بنا لی ہے۔ یہ دونوں حملے سار کے علاقے اور موزیل کے مشرق میں غالباً سار بروکن کو بچانے کے لئے کئے گئے تھے۔ کیونکہ اگر فرانسیسیوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ تو جرمنی کو بے حد صنعتی اور تجارتی نقصان پہنچے گا۔

فرانس کا دعوےٰ ہے۔ کہ ہماری فوجیں ابھی تک سار کی پہاڑیوں پر قابض ہیں۔ ایک اور اطلاع ہے۔ کہ فرانسیسی فوجیں اس وقت لکسمبرگ کی سرحد سے ۱۰ میل دور رہ گئی ہیں۔ اور جرمن کے ایک اور شہر سار لوہن کو بھی خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ابھی تک فرانسیسی ہراول ہی پیش قدمی کر رہا ہے۔ کل رات فرانسیسی بیان میں کہا گیا تھا۔ کہ سرحد پر دونوں طرف سے سخت گولہ باری ہو رہی ہے۔ فرانسیسی فوج کی گولہ باری اور مشین گنوں نے جرمنوں کے جوابی حملے ناکام کر دیئے ہیں۔ ایک اور اطلاع ہے۔ کہ کل فرانسیسی وزیر اعظم موسیو دلادیہ نے فرنچ جنرل ہیڈ کوارٹرز کا معائنہ کیا۔

—— ۱۷ ستمبر وارسا سے ایک اعلان براڈکاسٹ کیا گیا ہے۔ کہ وارسا کی دفاعی فوج کے کمانڈر انچیف نے جرمنوں کا الٹی میٹم مسترد کر دیا ہے

کل رات وارسا کے ریڈیو سٹیشن سے اعلان کیا گیا تھا۔ کہ ہر جگہ لڑائی جاری ہے۔ خصوصاً مغربی محاذ پر گھمسان کی لڑائی جاری ہے۔ صوبہ پوزنان میں پولش افواج نے بیحد دلیری سے مظاہرہ کیا۔ اسی طرح جنوبی پولینڈ میں پولش فوج نے ایک جرمن پلٹن کو تباہ کر دیا۔ اور تقریباً ۱۰ ٹینکوں پر قبضہ کر لیا۔ اور متعدد جرمن اسیر کر لئے۔

بخارسٹ کی ایک اطلاع ہے۔ کہ ہزاروں پول رومانیہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ انہیں داخلہ کی اجازت دے دی گئی ہے۔ البتہ فوجیوں کو داخلہ سے پیشتر غیر مسلح کر لیا جاتا ہے معلوم ہوا ہے۔ سرکاری کاغذات بھی رومانیہ میں بھیج دیئے گئے ہیں۔ خیال ہے۔ کہ صدر پولینڈ بھی عنقریب رومانیہ آ جائیں گے۔ نیز معلوم ہوا ہے۔ کہ ۲۷ ممالک کے نمائندے جو پولینڈ کے جنوبی علاقہ میں چلے گئے تھے۔ اب رومانیہ جا رہے ہیں۔

—— لنڈن ۱۷ ستمبر۔ پولش سفارت خانہ نے پولینڈ پر روسی حملہ کی مذمت کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ روس نے حملہ کر کے اس معاہدہ امن کی خلاف ورزی کی ہے۔ جس پر ۱۹۴۵ء تک عمل ہونا تھا۔ اس معاہدہ میں یہ قرار دیا گیا تھا۔ کہ کسی فوجی اقتصادی یا سیاسی وجہ کو حملہ کا بہانہ نہیں بنایا جائے گا۔ لیکن روس نے پولینڈ پر حملہ کر کے بین الاقوامی ذمہ واری کی خلاف ورزی کی ہے۔ اور اخلاق کے تمام اصول کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔

—— لنڈن ۱۶ ستمبر۔ سوئٹزرلینڈ میں ہوائی حملہ کے بچاؤ اور دیگر حفاظتی محکموں میں ۱۶ سے ۶۵ سال کے مردوں اور عورتوں کی جبری بھرتی کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ تمام ہوٹلوں کو ہسپتالوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ بسیں۔ موٹریں اور دیگر گاڑیوں کی آمدورفت